سمیرا حمید

دائرہ یار

زندگی اس وقت حقیقی سانحے اور دکھ سے آشنا ہوتی ہے جب دو انمول نعمتوں ماں اور باپ میں سے کوئی ایک نعمت چھن جاتی ہے۔ دنیا کا کوئی قلم اس دکھ کو نہیں لکھ سکتا اور دنیا کا کوئی فلسفہ اسے کم نہیں کر سکتا۔

زینب عبدالکلام کے ساتھ آٹھ ماہ پہلے......

وہ بس میں بیٹھی تو لاتعلق اور عجیب نظروں سے آس پاس دیکھا۔ اس کا خیال تھا باہر کی دنیا میں بھی سب کچھ تباہ ہو چکا ہو گا۔ لیکن باہر زندگی رواں دواں تھی..... دنیا حاصل اور لاحاصل کے آگے پیچھے سرگرداں تھی۔ وہ بس سے اتری تو کچھ نفرت سی لیے سڑک کو گھور رہی تھی۔ سڑک پر ابھی انتشار نہیں تھا..... رات اس نے سوچا تھا کہ وہ دو ڈھائی گھنٹے پہلے آفس جائے گی۔ اسے تیز چلنا تھا اور وہ سست روی سے قدم اٹھا رہی تھی۔ اسے جلدی آفس جانا تھا اور وہ دیر کیے جا رہی تھی۔

جاب کرتے اسے چار ماہ ہو چکے تھے۔ آٹھ ماہ پہلے اس نے کالج چھوڑ دیا تھا۔ ہنسنا بھی..... اور بھی بہت کچھ.....

وہ کیبن میں آئی اور کمپیوٹر آن کیا۔

چند جاننے والوں کی دوڑ دھوپ سے اسے یہ جاب ملی تھی۔ ڈیٹا انٹری کی۔ ایک طرف رکھی فائل اٹھائی۔ اس کا کل کا کام تھا جو اسے آج کا کام ملنے سے پہلے پہلے ہر صورت کرنا تھا۔ اس نے ایک فائل کھول کر اس پر

ناولٹ

پیپرویٹ رکھا اور......

ٹھیک آٹھ ماہ پہلے جناب عبدالکلام صاحب موٹر سائیکل کے ایکسیڈنٹ میں سڑک پر ہی دم توڑ گئے ...... جی ٹی روڈ کی اندھی ٹریفک میں ان پر ہیوی ٹرالر چڑھ گیا...... ان کی آنتیں سڑک پر پھیل گئیں...... زینب کے بابا خون سمیت سڑک پر بکھر گئے...... ہاتھ کہاں، پیر کہاں...... کتنا سمیٹا لوگوں نے۔

زینب کو فائل پر لکھے الفاظ نظر نہیں آرہے تھے۔

اسے ہر روز صبح صبح سب یاد آنے لگتا اور الفاظ گڑبڑا جاتے۔ اسے ان پر انگلی رکھ کر یاد کرنا پڑتا کہ یہ کون سا لفظ ہے...... جن جن دوست احباب نے جائے وقوعہ کا جائزہ لیا تھا، وہ وہ کئی راتوں تک سو نہیں سکے تھے تو زینب کو نیند کیسے آجاتی اور پھر نیند سے کیونکر جاگنا چاہتی۔

آفس میں آمدورفت ہونے لگی۔

آپا کی شادی طے تھی۔ بابا نے صرف ایک بیٹی کی شادی ہی کی تھی اور چند مہینوں بعد وہ......

وہی اسے کالج چھوڑتے تھے...... وہ نہ رہے تو اس نے کالج ہی چھوڑ دیا...... کیسے نہ چھوڑتی...... اتنے لائق بابا کی بے انتہا نالائق بیٹی نے ایک ہی کام وقت پر اور ڈھنگ سے کیا۔

دو گھنٹوں میں اس نے چند لائنیں ہی ٹائپ کی۔

اف اس کی نالائقی...... ویسے اس کی رفتار اچھی تھی لیکن دن کے آغاز پر دماغ کی رفتار تیز ہو جاتی اور انگلیاں ساکت ہو جاتیں۔

وہ ایک لائن ٹائپ کرتی اور کئی لمحے ٹکٹکی باندھے غور سے پڑھتی رہتی...... پڑھتی رہتی...... جلدی پڑھا ہی نہ جاتا...... الفاظ پہچان میں ہی نہ آتے، سر جبار کا کہنا تھا کہ وہ بہت غلطیاں کرتی ہے۔ وہ ہر بار سوچتی اب غلطی نہیں کرے گی اور ٹکٹکی باندھے اپنے ٹائپ کیے الفاظ کو دیکھتی رہتی کہ اپنی غلطیاں پکڑ لے۔ پھر بھی غلطیاں سر جبار ہی پکڑتے...... دو اور فائلیں اس کی ٹیبل پر آچکی تھیں۔ اس نے جلدی جلدی انگلیاں چلانی شروع کیں۔

اس کی سہیلیاں پوچھتیں وہ کالج کیوں نہیں آتی۔

"صبر کرو...... اور کالج آؤ۔"

اس نے صبر کرلیا اور آفس آگئی۔

دونوں ماموں اپنے اپنے خاندان والے تھے اچھے تھے چند ہزار ہر ماہ دے جاتے تھے۔ حالات ایک دم سے بدل گئے۔ رات وہ اپنی ڈائری میں فیض کی چند غزلیں لکھ کر سوئی تھی اور چپکے سے بابا کو اکیلے دیکھ کر بتا دیا تھا کہ جیسے بھی ہو اسے الحمرا میں ہونے والے چھوٹے سے کنسرٹ کا پاس اور نیا سوٹ لادیں...... بابا نے اسے گھور کر دیکھا اور کہا کہ وہ آنکھیں بند کرکے سونے کی کوششیں کرے ورنہ جاگتے میں ان کا تھپڑ اسے زیادہ تکلیف دے گا۔

اس نے دونوں آنکھیں بند کرلیں اور کہا "ماریں، ماریں...... پھر مت کہیے گا میں آپ کی بیٹی ہوں...... آپ کا بھالو ہوں، آپ کی شکرقندی ہوں۔ بنا بادام والی کھیر ہوں۔ عید کا چاند ہوں...... نکاح کا چھوہارا ہوں۔ تلوں والا نان ہوں، تمہاری ہوں۔"

انہوں نے سر پکڑلیا۔ "کھیر اب مجھے کھانی نہیں اور عرصہ ہوا نکاح کے چھوہارے بھی نہیں ملے۔"

"پھر کیوں آجاتے ہیں چھٹی والے دن...... لے زینب! یہ سر تیرا ہوا جیسے مرضی تیل ڈال...... پھر نہیں کہتے سو جاؤ، آنکھیں بند کرلو۔"

"اب کے آؤں تو یاد سے یاد کروا دینا۔"

"زینب! آپ ٹھیک ہیں؟" سر جبار اس کے کیبن میں کھڑے تھے۔ اس نے سر اٹھایا تو دیکھا دو چار اور اس کے کیبن میں جھانک رہے تھے۔ نجانے کیا تماشا ہوا تھا۔

"یہ فائل دینے آیا تھا۔ اس کا کام پہلے کردیں، پھر یہ فائل دے دیجیے گا۔" انہوں نے نرمی سے کہا اور جاتے جاتے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔

"جی ضرور۔" اس نے فائل کھولی مگر......

"ضرور...... ضرور، میں ضرور یاد کروادوں گی جب

آپ آئیں گے، ہائے میرا سر زینب! کچھ کرو اس کا۔ ہائے میرا بچہ زینب!"

سڑک پر پاش پاش ہونے سے پہلے انہوں نے سوچا ہو گا۔

"میرا بچہ زینب......"

وہ جو چند لاکھ کا قرض لیا تھا وہ جان کو آگیا تھا۔ کمپنی دیوالیہ ہو رہی تھی اور اسے ہر ورکر کو دیا گیا قرض جلد از جلد واپس چاہیے تھا، کمپنی کی طرف سے دیے گئے رعایتی چھ ماہ کب کے ختم ہو چکے تھے۔

فائلیں اٹھا کر وہ کیبن سے باہر نکلی۔ اسے سر جبار کے آفس تک جانا تھا۔ وہ دو ایک بار ان کے آفس جا چکی تھی۔ دو مسئلے تھے۔ ایک تو آفس بہت بڑا تھا دوسرا زینب کا دماغ بہت چھوٹا ہو چکا تھا۔ وہ ایک ہی کمرے میں دو بار گھستی اور کہتی کہ وہ دو الگ الگ کمرے دیکھ کر آچکی ہے۔ اس کا جوتا نہیں مل رہا کیونکہ وہ وہی جوتا ڈھونڈ رہی ہوتی جو اس نے پہنا ہوتا، فی الحال دماغ اس کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

وہ ایک بار ادھر ادھر گھوم کر دیکھ چکی تھی۔ وہ ہر بار ہی کسی نہ کسی سے آفس کا پوچھتی تھی اور اب یہ اس سے متعلق لطیفہ بن چکا تھا۔ اس کے کولیگ اکثر مذاقاً آفس ٹائم ختم ہونے پر اس کے کیبن کے پاس آتے اور بیرونی دروازے کی طرف اشارہ کرکے بتاتے کہ وہ ہے باہر جانے کا راستہ اور اسے وہاں سے جانا ہے۔ کمپنی کے مالک یورپین تعلیمی اداروں سے فارغ التحصیل تھے اس لیے آفس میں چپڑاسی نام کی چیز نہیں تھی سب کو اپنے کام خود ہی کرنے ہوتے تھے۔

اسے یاد آیا کہ سر جبار کا آفس فرسٹ فلور پر ہے۔ بہت اچھے تھے سر جبار...... ہمیشہ خود ہی اس کے پاس آتے تھے فائلیں لینے اور دینے، آج اس نے سوچا خود ہی دے آئے۔

وہ لفٹ سے باہر نکلی تو فرسٹ فلور بالکل خالی تھا۔ نظر آنے والے پہلے آفس کے دروازے پر دستک دی اجازت ملنے پر اس نے دروازہ کھولا۔

"سوری...... میں سمجھی، سر جبار کا آفس ہے۔" دو لوگوں کے اپنی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے پر وہ پریشان ہو گئی۔

"کس ڈپارٹمنٹ کی بات کر رہی ہیں؟"

"ڈیٹا سیونگ ڈپارٹمنٹ سے......"

"کیا......؟" ایک نے کرسی اور گردن گھما کر اس کی طرف دیکھا۔

"بابا! میں رو دوں گی۔"

"رو رو...... رونا اچھا ہوتا ہے۔"

وہ کھڑی رہی روئی نہیں۔

"آپ کو اپنے ہی ڈپارٹمنٹ کے ہیڈ کا آفس نہیں معلوم...... کتنا وقت ہو گیا ہے آپ کو جاب کرتے ہوئے...... بلکہ دراصل مجھے یہ پوچھنا چاہیے کہ آپ

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے 2 خوبصورت ناول

دل کے موسم
مریم عزیز
قیمت 250 روپے

ننگے پاؤں
نگہت سیما
قیمت 250 روپے

منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ: 37، اردو بازار، کراچی

جیسے ورکرز کب تک اس کمپنی کو دیوالیہ کردیں گے۔"

"مجھے......"

"بابا میں رو دوں گی۔" اسے یاد ہی نہیں آیا وہ بھاگتی ہوئی لفٹ سے نیچے آئی اور کیبن میں بیٹھ کر اپنے گھومتے سر کو قابو میں کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ چند منٹوں بعد سر جبار اس کے کیبن میں تھے۔ وہ اسے دیر تک تاسف سے دیکھتے رہے۔

"انہوں نے سختی سے تاکید کی ہے کہ میں ایسے ورکرز کو فوراً" سے پہلے فارغ کردوں جنہیں یہی معلوم نہیں ہے کہ اس کے ڈپارٹمنٹ کے ہیڈ کا آفس کہاں ہے۔ ایسے لوگ کیا کام کریں گے۔"

"میں معافی چاہتی ہوں۔" وہ کھڑی ہو گئی۔

"زینب! اس پورے آفس میں صرف تم ہی ہو' جس کا سب سے آسان کام ہے..... آدھے سے زیادہ تمہارا کام میں کرتا ہوں اور پھر بھی تم دھیان سے کام نہیں کرتیں۔"

"اس سارے آفس میں صرف اسی کا باپ سڑک پر لحہ بھر میں بکھر کر مر گیا تھا۔"

"حتیٰ کہ صفائی کا عملہ بھی تم سے زیادہ توجہ سے کام کرتا ہے۔ میں تمہیں کور کرتے کرتے تھک چکا ہوں۔ چند ماہ میں ہی تم نے مجھے تھکا دیا ہے۔"

"میں بہت شرمندہ ہوں۔"

"بار بار شرمندہ ہونے سے بہتر ہے کہ تم محنت سے کام کرو۔"

"میں اب دھیان سے کام کروں گی..... آج آفس سے کام کیے بغیر نہیں جاؤں گی۔"

☼ ☼ ☼

"اگر تم اس سے ایک اور سوال کر لیتے تو وہ یہیں رونا شروع کر دیتی..... میں ہوتا تو ضرور اگلا سوال کرتا۔"

یہ بات کہنے والا ریان تھا اور سوال پوچھنے والا عاسل جو بڑی کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کمپنی کے چھ مالکوں میں سے ایک.....

عاسل نے جیسے سنا ہی نہیں۔ آج کل وہ بہت غصے میں رہتا تھا۔ کالج سے یونیورسٹی تک ایک لڑکی فارحہ اس کے ساتھ رہی۔ دونوں نے چپکے سے دریائے ٹیمز کے کنارے منگنی بھی کرلی۔ دوستوں کو پارٹی بھی دے دی۔ ہنستے کھیلتے دن گزرنے لگے۔ ایک اور لڑکے کا فارحہ کی طرف جھکاؤ تھا' جب کبھی بلکہ اکثر ہی عاسل وقت پر ڈنر' لنچ یا کسی پارٹی میں نہیں پہنچ پاتا تو فارحہ غصے میں اسی لڑکے مارشل کے ساتھ چلی جاتی.....

ایک بار عاسل نے نیو ایئر کی سیلبریشن مس کردی..... فارحہ انتظام کیے بیٹھی تھی۔ اتفاق سے ٹھیک اسی دن اس کی فیملی کے سب ہی لوگ خاص اسے سرپرائز دینے کے لیے اس کے گھر اکٹھے ہو گئے۔ وہ بری طرح پھنس گیا اور فارحہ کو سمجھانا چاہا..... لیکن اس نے اپنے جنونی غصے کے ہاتھوں عجیب ہی کام کیا۔ اس نے اگلے ہی دن مارشل سے رجسٹرڈ میرج کرلی.....

اس کی فیملی فارحہ کو جانتی تھی لیکن تعلق کی گہرائی جتانے کے لیے اسے وقت چاہیے تھا۔ لیکن بات بری طرح سے بگڑ گئی۔ فارحہ نے عاسل کو سزا دینے کے لیے باقاعدہ مارشل کے ساتھ رہنا شروع کر دیا۔ پہلے عاسل کو لگا وہ صرف مذاق کر رہی ہے اس کے دوستوں نے بتایا کہ اس رات وہ ہوٹل کو آگ لگا دینے کے درپے تھی۔

اپنی آخری ملاقات میں فارحہ نے عاسل کو ہر وہ ڈنر' لنچ' پارٹی' پکنک' ایونٹ گنوایا جس پر وہ کبھی وقت پر یا سرے سے آیا ہی نہیں تھا۔ اس نے اتنے سالوں کے وہ دن بھی گنوائے جن میں اس نے کبھی خود سے فون نہیں کیا تھا..... وہ کہاں ہے۔ کیسی ہے' تک نہیں پوچھا تھا۔

اس کے پاس شکایات کے نام پر بہت کچھ تھا اور عاسل کے پاس اسے بتانے کے لیے صرف محبت ہی تھی جس پر اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ چاہے زمین ہی کیوں نہ پھٹ پڑتی۔ اسے ہر صورت اس کے پاس آنا چاہیے تھا۔

غلطی عاسل کی تھی اس نے مان لیا۔ اس نے کہا کہ

وہ اپنی فیملی کو بتا دیتا اور نہیں تو جا کر اسے ہوٹل سے لے آتا۔

جو ہوا' بہت برا ہوا اس کے ساتھ۔ وہ اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر واپس پاکستان آگیا۔ چند سال گزرے اسے معلوم ہوتا رہا کہ فارحہ جو غلطی کر بیٹھی ہے اسے بری طرح نبھا رہی ہے۔ ایک بار ماں بنتے بنتے رہ گئی۔ مارشل اس سے بے حد محبت کرتا تھا۔ وہ ایک اچھا انسان تھا اور وہ اچھا انسان فارحہ کے جنونی غصے اور دوروں سے جو اسے عاسل کے نام پر پڑتے تھے' تنگ آگیا تھا۔ اور اسی ڈپریشن نے مارشل کی جان لے لی۔ مارشل کے گھر والوں نے فارحہ پر قتل کا الزام لگا کر مقدمہ کر دیا۔

عاسل پہلی فرصت میں فارحہ کے پاس موجود تھا۔ دونوں میں موجود محبت پھوٹ کر باہر آنکلی۔ فارحہ نے اپنی انا اور غصے کو سلا دیا۔ عاسل سب کچھ بھول گیا۔ اب وہ اسے اپنے ساتھ لانا چاہتا تھا لیکن مقدمے کی وجہ سے فارحہ ملک نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ کورٹ کی ایک سماعت کے دوران جب عاسل کا نام بھی لیا گیا تو عاسل کو واپس آنا پڑا۔

یہ آدھی کہانی ہے۔

اس کہانی کا دوسرا اور اہم حصہ مام جی ہیں۔ یہ عاسل کے ڈیڈ ارسلان احمد کی پہلی بیوی ہیں جنہوں نے اپنے شوہر کی دوسری بیوی سے اولاد کو اپنی اولاد سمجھا۔ انہیں جگر کا سرطان ہو چکا ہے اور دنیا کے ہر بڑے ڈاکٹر کے مطابق ان کے پاس صرف چند ماہ ہیں۔ وہ ساٹھ سالہ مام جی ہیں۔ شادی کے بارہ سال بعد تک جب وہ بے اولاد ہی رہیں تو انہوں نے اپنے شوہر کو بخوشی شادی کی اجازت دے دی بلکہ ان کی شادی میں پیش پیش رہیں۔ اس گھر میں ان کا وہ مقام ہے جو ارسلان احمد کا اپنا بھی نہیں۔ یہ مقام رعب یا بڑائی کا نہیں بلکہ محبت کا ہے۔ ان کی بے تحاشا محبت اور اپنائیت کے آگے سب بے بس ہو جاتے ہیں۔ ان سب میں عاسل بھی شامل ہے۔ یہی مام جی عاسل کو سرپرائز دینے کے لیے نئے سال پر باقی سب کو ساتھ لے کر اس کے پاس پہنچی تھیں۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ حکم یا محبت جتا کر سختی کرتی تھیں۔ وہ بے حد پیاری بھولی بھالی' بس پیار کرنے والی تھیں۔ کمپنی کی ایک مالک وہ بھی تھیں۔ بیماری کی ایسی نوعیت ظاہر ہونے پر انہوں نے فوراً" اپنی ملکیت عاسل اور دونوں دوسرے بچوں کے نام کردی۔

عاسل سے چھوٹی ثمرہ کی شادی کروادی۔ شادی عاسل کی بھی ہونا تھی لیکن عاسل نے کچھ وقت مانگ لیا..... این سی اے کالج میں پہلے سال کی ثمرہ نے مام جی کے فوری کہنے پر جھٹ شادی کروالی۔ شادی ثمرہ کی پسند سے ہی ہوئی تھی بس ذرا وقت سے پہلے اور جلدی میں ہوئی تھی۔

عاسل سے بھی کہا گیا کہ "اپنی پسند بتادو مگر اس کی پسند تو کورٹ کے چکر کاٹ رہی تھی۔ ارسلان احمد زیادہ دکھی تھے۔ وہ چاہتے تھے مام جی کم از کم ارسل کی خوشی تو دیکھ جائیں۔ فارحہ نہ ہوتی تو وہ اگلے ہی دن مام جی کی پسند کی گئی کسی بھی لڑکی سے شادی کرلیتا۔

سب دوست اسے طرح طرح کے مشورے دیتے..... فارحہ کا کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ کب کورٹ سے فارغ ہو سکے گی۔ اگر وہ عاسل سے شادی کرلیتی تو اس پر وکیل استغاثہ کا الزام ثابت ہو جاتا کہ اس نے اپنے سابقہ دوست کے ساتھ مل کر مارشل کو مارا ہے۔ اسے ذہنی اذیت دی۔ اسے ذہنی مریض بنا دیا۔ اسے صدمے دے دے کر مار دیا۔

مام جی روز اس کی طرف دیکھتیں' منہ سے کچھ نہیں کہتی تھیں لیکن سب جانتے تھے۔ انہیں کیا چاہیے۔ عاسل کی بیوی.....

سب جاننے سے قاصر تھے کہ وہ اتنی دیر کیوں کر رہا ہے۔ اپنی پسند بتا نہیں رہا ان کی پسند سے کر نہیں رہا۔ گھر کا ماحول ویسے ہی سوگوار تھا۔ اس کے لیے بھی دبا دبا غصہ تھا سب کے اندر۔

سب سے چھوٹا اسد صرف سولہ سال کا تھا' ورنہ شاید اس کی شادی کردی جاتی۔ ویسے مام جی نے کہہ دیا تھا کہ وہ اس کی منگنی کر کے جائیں گی..... اور اسد بڑا سا منہ کھول کر کہتا "کیوں نہیں' کیوں نہیں۔"

ایک وہی "ہاں" کہنے میں سب سے پیچھے تھا۔

ریان اسے کہہ رہا تھا کہ وہ مام جی کی بتائی کسی بھی لڑکی سے شادی کر لے۔ بعد میں اسے طلاق دے کر فارحہ سے شادی کر لے ورنہ فارحہ سے دوسری شادی کر لے..... اس کے ڈیڈ نے بھی تو دو کی تھیں۔

گھر آیا تو مام جی ثمرہ کی بتائی ایک فیملی سے ملنے گئی ہوئی تھیں۔ وہ سمجھ گیا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ پہلی بار وہ فارحہ کے شادی کرنے پر رویا تھا۔ آج اپنی شادی ہونے پر رونے والا تھا۔ فارحہ سے متعلق کہانی اتنی الجھی ہوئی تھی کہ وہ مام جی کو کیا بتاتا، وہ انتظار کر سکتا تھا لیکن مام جی.....

گاڑی نکال کر وہ شہر سے باہر آگیا۔ پکی سڑک سے کچی سڑک اور پھر دور اندر میدان میں گاڑی کھڑی کر کے وہ گاڑی سے باہر نکل آیا۔

فارحہ نے اس کا یقین نہیں کیا تھا کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ اسے واقعی ہر بار اس کی سالگرہ بھول جاتی، ڈنر کے لیے کہہ کر بھول جاتا، اسے اپنی تعلیم کی بھی فکر تھی۔ یونیورسٹی کی دوسری لڑکیوں کی بھی فکر تھی۔ کبھی کبھی وہ نظر بچا کر ایک آدھ کو ڈیٹ پر لے جاتا۔

کئی بار فارحہ نے اسے پکڑا..... ہر بار اسے معاف کیا۔ اسے یہ سب مذاق لگتا تھا وعدہ کیا اور بھول گئے۔ تھرل لگتا۔ اسی تھرل کی وجہ سے اسے سزا دینے کے لیے فارحہ نے شادی کر لی تو اسے معلوم ہو گیا کہ تھرل سانحہ کیسے بنتا ہے۔ نظر بچا کر ڈیٹ پر جانے والے عاسل کو بہت بڑا دھچکا لگا۔ تب اسے معلوم ہوا اپنی محبت۔

کسی دوسرے کے ساتھ بانٹ لینا کیسا دل دہلا دینے والا ہوتا ہے۔ یہ خیال کہ وہ مارشل کے ساتھ ہے..... شاید اس کی بانہوں میں..... یا اس کے ایک کندھے پر سر ٹکائے..... یا.....

ایک دوست نے اسے جلانے کے لیے فارحہ کے ہنی مون کی تصویریں اسے بھیج دیں۔ اس نے دیکھ بھی لیں..... اور اسی دن اس کا جی چاہا کہ اپنے کمرے کی کھڑکی سے چھلانگ لگا دے اور آٹھویں منزل سے زمین پر مردہ پایا جائے۔

جس یونی یورسٹی میں وہ ہاٹ بوائے بنا پھرتا تھا۔ اسی یونیورسٹی نے اسے ماڈرن جوگی کے روپ میں دیکھا۔

"جس دن تم میرے ساتھ بیٹھ کر کافی پیو گے اور کافی کے مگ میں کافی اور کافی پینے والے کے دماغ میں صرف میں ہوں گی اس دن تمہیں معلوم ہو جائے گا ساتھ ساتھ بیٹھنے کا حقیقی مطلب کیا ہوتا ہے۔"

اس نے کار کے چاروں دروازے کھول دیے اور تیز میوزک لگا دیا۔

"لڑکیاں تمہیں دیکھتی ہیں مجھے برا نہیں لگتا جب تم ان کے دیکھنے کا نوٹس لیتے ہو تو مجھے دکھ ہوتا ہے۔ میرے ساتھ ہوتے ہوئے تمہیں آس پاس کا ہوش ہی کیسے رہتا ہے۔"

اسے یہ معلوم ہی نہیں ہوا کہ سورج غروب ہو چکا ہے۔

"ہر چیز کا پیمانہ ہے تو محبت کا کیوں نہیں..... میرے ساتھ تو یہ زیادتی ہوئی نا..... مجھے عاسل کی محبت پیمانے پر پرکھنی تھی۔" محبت پرکھی گئی اور دونوں الگ ہو گئے۔

ریان فون کر رہا تھا..... اس نے فون بجنے دیا۔ کچھ ہی دیر بعد مام جی کا فون آگیا۔ شاید وہ اسے بتانا چاہتی ہوں گی کہ لڑکی کتنی پیاری ہے اور انہیں کس قدر پسند آگئی ہے۔ کتنا پیار کرتی ہیں وہ اس سے..... وہ بہت نکما انسان تھا۔ محبت لیے ہی جاتا تھا، دیتا نہیں تھا۔ اس نے مام جی کو آنے کا کہہ کر فارحہ کو فون کیا۔

"تم نے میرے ساتھ یہ کیوں کیا۔ کیوں؟" وہ چلایا۔

دوسری طرف گہرے سانس کے ساتھ خاموشی ہی رہی۔ شاید اس کا بھی یہی سوال تھا۔

"تم نے ڈھنگ سے محبت کیوں نہ کی؟"

"تمہاری جلد بازی مجھے لے ڈوبی۔"

آنکھیں صاف کر کے وہ واپسی کے لیے چل پڑا۔

☆ ☆ ☆

زینب عبدالکلام ایک گھنٹے سے کرسی پر بیٹھی

تھی۔

"کپڑے تو تبدیل کرو۔"

اماں کہہ کر چلی گئیں۔ وہ اٹھی اور واپس آکر ویسے ہی بیٹھ گئی۔ سامنے کے کمرے میں میوزک سی ڈیز لائن در لائن ایسے ہی رکھی تھیں۔ اسی طرح ناول رکھے تھے اور ایک طرف ڈائری رکھی تھی جسے اس نے آٹھ ماہ سے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔

گئے ساغر کے دن

جل گئیں ساری دھنیں۔

دوسری طرف کے کمرے میں دانش اور فرقان بیٹھے پڑھ رہے تھے۔ ٹی وی کا ریموٹ ٹی وی کے اوپر رکھا تھا جس پر ہر رات اتنی لڑائی ہوتی تھی کہ لگتا آج تو ضرور ایک آدھ مرے گا۔ سو وہ اب بند ٹی وی کے اوپر رکھا رہتا تھا۔ اب کسی ڈرامے کی قسط نہیں نکلی جا رہی تھی، نہ ہی فلاں سین کے نکلنے پر اس کی جان نکل رہی تھی۔

دانش نے فرقان کو کہنی ماری۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا ایک اٹھا اور ٹی وی آن کر دیا اور پاس ہی بیٹھ گیا۔

وہ چونکی اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔ دو منٹ بعد ٹی وی پھر بند ہو گیا۔

"کمپنی کا آدمی ابھی ہو کر گیا ہے۔" اماں نے بتایا تھا۔

کپڑے استری کر چکی تو دیکھا استری ٹھنڈی ہے۔ وہ سر تھام کر بیٹھ گئی۔

جس وقت وہ آفس میں آئی۔ صفائی ہو رہی تھی۔ عملے نے اسے حیرت سے دیکھا۔ آتے ہی اس نے تیزی سے کام شروع کر دیا۔

کمپنی کے آدمی نے کہا کہ گھر کمپنی کو بیچ دیں۔ کمپنی اپنا قرضہ لے کر باقی انہیں دے دے گی۔ گھر..... اس کے بابا کا گھر..... بابا کا خاندان کہاں جائے گا؟

اس نے ڈیڑھ ماہ پیشتر سر جبار کو درخواست دی تھی قرضے کی۔ انہوں نے فوراً" انکار کر دیا تھا۔ ایک تو وہ نئی تھی، دوسرے اسے بہت کوشش پر ہزاروں کا قرض تو مل سکتا تھا لاکھوں کا نہیں اور پھر کوئی بھی اس کے کام سے خوش نہیں تھا۔ اسے کسی بھی وقت نکالا جا سکتا تھا۔

اس نے سوچا آج وہ سر جبار کو اپنے کام سے خوش کر دے گی۔ انہیں یقین دلائے گی کہ وہ ہمیشہ ایسا ہی اچھا کام کرے گی۔ اس نے کل کا سارا کام جلدی جلدی سمیٹا پھر سر جبار کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔

ان کے آتے ہی وہ ان کے آفس میں آسانی سے چلی گئی۔ اس کا کام دیکھ کر وہ واقعی خوش ہو گئے۔

زینب نے جھٹ اپنی درخواست ان کے آگے کی۔ زبان سے الگ التجا کی کہ وہ اس کے لیے کچھ کریں۔ وہ اسے دیکھ کر رہ گئے۔ اس کی گیلی آنکھوں پر انہیں بڑا ترس آیا۔ ہر وقت گیلی ہی رہتی تھیں۔ وہ پھر انکار کرنا چاہتے تھے لیکن پھر انہوں نے درخواست کو ہیڈ آفس دینے کا وعدہ کر لیا۔

"مجھے ایک فیصد بھی امید نہیں ہے زینب!"

اس نے سر ہلا دیا اور کیبن میں بیٹھ کر سو فیصد کے لیے دعا کرنے لگی۔

اماں نے کہا "ٹھیک ہے گھر بیچ دیتے ہیں، کرائے پر رہ لیں گے۔ اتنا قرض کیسے اترے گا۔"

گھر..... جس کے ہر دروازے پر عبدالکلام نے ہاتھ سے رنگ کیا تھا۔

"بہت پیسے مانگ رہا ہے وہ..... میں اور زینب ہیں نا۔ ہم مل کر کر لیں گے۔" بابا نے برش کے چھینٹے مارے اور اس کے کپڑے.....

"بابا! میں آپ سے کبھی نہیں بولوں گی۔"

"اوہ..... شکر خدایا! فریدہ میرا بٹوہ لے جا کر سامنے کارنس پر رکھ دو۔ اب کوئی ڈر نہیں۔" بابا کی ہنسی۔

"پیسوں کی بھوکی نہیں ہوں میں....."

"فریدہ! تین ہزار نکال لو اپنے لیے گرم کپڑے لے آنا..... ایسے ہی الگ رکھے تھے۔"

"ہاں تو میں پرانے دھرانے کپڑوں میں چلی جاؤں گی شایان کی سالگرہ میں۔"

"دانش! پانچ سو تم نکال لو..... پیٹرول کا خرچ بچا۔"

"ہاں تو! بس سے چلی جاؤں گی۔"
"فرقان! ڈیڑھ سو تم لے لو..... آئس کریم کھا آؤ۔"

"بابا!" اس نے بھی برش سے چھینٹے مارے اور ان کے کپڑے خراب کردیے۔

☼ ☼ ☼

"مام جی نے اتنے بڑے صنعت کار گھرانے میں رشتہ دیکھا ہے۔ تمہیں کیا لگتا ہے وہ لڑکی مجھے دوسری شادی کرنے دے گی یا وہ مجھ سے چپ چاپ طلاق لے لے گی....."

ریان نے کافی دیر تک اس کی پریشان صورت دیکھی۔

"تمہیں کس نے کہا اس گھرانے میں رشتہ کرو۔"

"تو پھر.....؟" عاسل نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

"خود سوچو یار! دوسری شادی وہ کرنے نہیں دے گی اور اگر تم نے طلاق دی تو اس کا خاندان بنا کسی وجہ کے طلاق لینے پر چپ چاپ راضی نہیں ہو گا۔ تمہارے کاروبار اور خاندان کی ساکھ تباہ ہو جائے گی۔ یہ سب ناممکن ہے..... تم اس کے الٹ کرو۔ تم ایک غریب گھرانے کی لڑکی آگے کردو کہ تم اسے پسند کرتے ہو ..... جب تم اسے طلاق دو گے تو تمہارے لیے کوئی بڑا مسئلہ نہیں بنے گا۔"

"یہ ٹھیک نہیں۔" عاسل پریشان ہو گیا۔

"پھر جو ٹھیک ہے، وہ کرلو۔" اس نے ٹکا سا جواب دیا پھر اس کی شکل دیکھ کر ترس آگیا۔

"سوچ لو..... کچھ برا بھی نہیں۔ دیکھو! صرف نکاح ہی کرنا ہے نا..... تم اس کے خاندان کو ہر طرح سے سپورٹ کردینا۔ چند کروڑ تمہارے لیے مسئلہ نہیں ہیں لیکن ان کے سارے مسائل حل ہو جائیں گے، تم کسی غریب خاندان کی قسمت بدل دو گے..... کیا لوگوں کو طلاق نہیں ہوتی۔ تم ان کے لیے مسئلہ نہیں بنو گے نہ وہ تمہارے لیے، تم نکاح کرو، وقت آنے پر بات ختم..... سیدھی سی بات ہے۔"

دروازے پر دستک ہوئی۔

"سر! میں ذاتی طور پر آپ سے بات کرنے آیا ہوں۔"

"کس بارے میں؟"

"چند دن پہلے میں نے آپ کو ایک درخواست دی تھی..... مس زینب بہت پریشان ہیں سر! انہیں لون چاہیے۔"

"مس زینب!" اسے یاد بھی نہیں تھا کہ کس درخواست کی بات ہو رہی ہے۔

"سر! ان کے فادر کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔ ان کا گھرانہ بہت مشکلات کا شکار ہے۔"

"میں نے درخواست کے بارے میں کیا کہا تھا؟"

"آپ نے نو کہہ دیا تھا۔"

"جواب ابھی بھی وہی ہے..... پلیز۔" اشارہ باہر جانے کی طرف تھا۔

چند گھنٹے بعد سر جبار کو ان کے کیبن میں فون آیا کہ مس زینب کو درخواست دے کر آفس میں بھیجا جائے ..... سر جبار نے زینب کو اچھی طرح سمجھا بجھا کر کہ اسے کیسے بات کرنی ہے کہ اسے لون مل جائے۔ آفس بھیج دیا۔

اس کا اپنے ڈپارٹمنٹ کے ہیڈ کے علاوہ کسی اور ڈپارٹمنٹ کے باس کے ساتھ کبھی بھی واسطہ نہیں پڑا تھا۔ نہ ہی اسے معلوم تھا کہ کون کیا ہے۔

باس نے اس کی درخواست پر ایک نظر ڈالی۔ چند سوال اس کی فیملی کے بارے میں پوچھے۔ اس نے جواب دے دیے۔

"آپ مجھے جانتی ہیں..... میں کون ہوں۔"

"جی آپ باس ہیں۔"

"میرا نام....."

"نام مجھے نہیں معلوم۔"

عاسل کو حیرت ہوئی۔ وہ رو دینے کے قریب تھی۔ جیسے وہ اس کا اسکول ٹیچر ہو۔

"کیا میں آپ کے گھر آسکتا ہوں؟"

وہ بوکھلا گئی۔ "میں نے سب سچ بتایا ہے۔ مجھے اتنے ہی پیسوں کی ضرورت ہے۔"

"میں پیسوں کی بات نہیں کر رہا..... میں آپ کی بات کر رہا ہوں۔"

"میری....." وہ چھوٹے بچوں کی طرح حیران ہوئی۔

"میں اپنی مام جی کو لے کر آپ کے گھر آنا چاہتا ہوں۔"

سارے آفس والے مل کر بھی اسے سمجھاتے تو بھی اس کی سمجھ میں نہ آتا۔

"آفس کا ڈرائیور آپ کو گھر ڈراپ کردے گا۔ آپ آفس میں کسی کو یہ بات مت بتایئے گا بلکہ آپ بھول جایئے کہ آپ نے کبھی اس آفس میں جاب کی ہے۔"

وہ بھول گئی کہ اس نے ابھی کیا سنا ہے۔

"میں آپ سے لون مانگ رہی ہوں۔ آپ مجھے جاب سے نکال رہے ہیں؟"

عاسل کا منہ بگڑ گیا..... "مس زینب! میں آپ کو پرپوز کر رہا ہوں۔ آپ جاب کی بات کر رہی ہیں۔"

"پرپوز۔" اس نے چندھی آنکھوں سے سامنے بیٹھے باس کو دیکھنا چاہا۔ وہ دروازہ کھول کر کھڑا ہو گیا۔

"ڈرائیور آپ کا انتظار کر رہا ہے۔"

وہ کھڑی نہیں ہوئی۔ گم صورت لیے اسے دیکھے گئی۔ جاب سے نکالنے کا یہ انداز نیا تھا.....

☼ ☼ ☼

اگلا دن آگیا۔ اماں نے آفس جانے کا پوچھا تو وہ رو پڑی۔

"انہوں نے مجھے جاب سے نکال دیا۔"

اس نے باس کی بات پر ذرہ برابر بھی یقین نہیں کیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس امیرزادے نے اپنے انداز میں اسے آفس سے نکال باہر کیا تھا۔ جو اس نے کہا تھا وہ تو سوچنے سے رہی۔

اماں ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئیں۔ اس نے زندگی میں کبھی کوئی کام ڈھنگ سے نہیں کیا تھا۔ صرف ہر سال خریدی جانے والی ڈائریوں پر صفائی سے شاعری اتاری تھی یا بیل بوٹے بنائے تھے۔ چند ماہ جاب کرلی تھی، کافی تھا۔ دانش گیارہویں میں تھا اور فرقان میٹرک میں..... دونوں ایک اسٹور میں شام کو سیلزمین کی نوکری کرتے تھے۔

رو رو کر اس کی آنکھیں سوج گئیں۔ "ایسا کیوں ہوا اماں؟"

"کیسا.....؟" وہ اداسی سے پلٹیں۔

"بابا....."

"میں کیا کہوں....." وہ بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

اس پر زندگی کے وزنی بوجھ نہیں تھے۔ صرف بابا کے بغیر زندگی وزنی تھی اور بس..... اماں نے اسے دیکھا۔ کبھی یہاں جھولتی تھی کبھی وہاں..... اب کیسے جامد تتلی سی بن گئی ہے ہاتھ لگاؤں تو ڈھیر ہو جائے۔ حالات اچھے ہوتے تو فوراً اس کی شادی کردیتیں۔ وہ جانتی تھیں کہ باپ کے ساتھ لپٹ لپٹ جانے والی کو ایسا ہی ایک اور سہارا سنبھال لے گا۔

دن ڈھلا تو ان کے پانچ مرلے کے یک منزلہ گھر میں پاکستان میں فائبر کی تیسری بڑی کمپنی کے مالک کا خاندان موجود تھا۔ ورطۂ حیرت میں اماں تھیں تو ورطۂ حیرت میں وہ لوگ بھی تھے..... دونوں کو یقین نہیں آرہا تھا۔ دونوں کو ہی معلوم نہیں تھا کہ یہ کیسے ہوا۔ ڈرائنگ روم میں بیٹھی اماں بھی خاموش تھیں اور ان کے خاندان کی تینوں خواتین بھی..... انہوں نے بمشکل چائے کے چند گھونٹ بھرے اور چلی گئیں۔

زینب کو یہ اس سے بڑا مذاق لگا۔ اماں خواتین کے چہروں پر در آنے والے تاثرات نہیں بھول پا رہی تھیں۔ اس نے ساری بات اماں کو بتادی کہ باس نے اس سے کیا کہا تھا۔

دو ہی دن گزرے تو وہ تین اور ایک مرد رشتہ مانگ گئے۔ اس بار وہ ذرا پرسکون تھے۔ مام جی نے ساری بات صاف بیان کردی کہ کیسے وہ بیمار ہیں اور ان کے بیٹے نے زینب کو پسند کرلیا ہے اور نہ چاہتے ہوئے

بھی وہ اس رشتے پر راضی ہیں۔ شادی کے لیے کل کا دن بھی ہو سکتا ہے۔۔۔۔ کل سے بھی جلد شاید۔۔۔۔

رات گئے تک وہ سب اس سامان کے آس پاس دم سادھے بیٹھے رہے۔ جو ان کے دو کمروں میں پھیلا تھا۔

اماں نے اٹھ کر اس کا ماتھا چوما۔۔۔۔ آپا آنکھیں صاف کرنے لگیں۔

زینب کو مام جی کی کہی ایک ہی بات رہ رہ کر یاد آرہی تھی "عاسل نے زینب کو پسند کر لیا تو۔۔۔۔"

"عاسل نے زینب کو کب پسند کیا۔۔۔۔؟ کیا بھی تو کیوں۔۔۔۔ کیسے؟"

اماں نے زینب سے کہا کہ وہ شکرانے کے نفل پڑھے۔ اس نے پڑھ لیے۔

عاسل نے زینب کو پسند کر لیا۔ صرف اس پہلی ملاقات میں جب وہ غلطی سے اس کے آفس چلی گئی تھی۔

زینب کے وجود میں ٹھنڈی آبشار کا جھرنا جاری ہو گیا۔

پہلی بار پسند کیے جانے کا احساس ہوا۔ شدت سے ہوا۔ بہت خوب ہوا۔

اس کے اندر کا سماں بدلا۔

اس نے اسے پسند کیا۔ رشتہ بھی آگیا۔ اتنا کچھ زینب کے لیے۔ تھا کیا زینب میں۔۔۔۔ نہ وہ عاسل کی طرح خوب صورت تھی نہ ہی اس کے خاندان کی طرح امیر۔۔۔۔ نہ ہی لائق فائق۔۔۔۔ ذہین فطین۔۔۔۔ کون سی بات عاسل کو اس میں پسند آگئی؟

وہ چھوٹا سا مکالمہ جو اتفاقاً" دونوں کے درمیان ہوا؟

اس وقت اسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ عاسل کمپنی کا مالک ہے۔۔۔۔ بلکہ وہ ڈر گئی تھی جب سر جبار نے کہا کہ اسے نکالنے کے لیے کہا گیا ہے۔ زینب سوچتے سوچتے مسکرانے لگی۔ اس نے سارا واقعہ اول و آخر اپنی ڈائری میں لکھا۔ ساتھ چند اشعار لکھے اور لکھتے لکھتے وہ سو گئی۔

☆ ☆ ☆

زینب کے گھر صرف نکاح ہوا تھا۔ باقی کے سب انتظامات ان کے تھے۔ بارات اور رخصتی ان ہی کے بک کروائے گئے ہوٹل سے ہوئی تھی۔ زینب کی ایک دوست شدید ترین ڈپریشن میں چلی گئی۔ اتنی دولت۔۔۔۔ اتنا حسن۔۔۔۔ زینب کے لیے۔۔۔۔ عاسل۔

تقدیر لکھنے والے قلم نے زینب کا نام ہی کیوں لکھا۔

آفس کے بعد سے اس کی عاسل سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی نہ ہی بات ہوئی تھی۔ اس پر جب بھی زینب کی نظر پڑی وہ خاموش ہی ملا۔۔۔۔ جیسے معلوم ہی نہ ہو کہ کہاں کھڑا ہے اور کیا کر رہا ہے۔ ان کا گھر چند ایکڑ پر بنا تھا۔۔۔۔ بس زینب کو ہنسی آگئی۔ اس نے اپنا بیڈ روم دیکھا تو حیران رہ گئی۔ گھر ایسے بھی ہوتے ہیں۔ وہ کیسے سوچ سکتی تھی دیکھتی تو سوچتی۔

عاسل ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر کمرے میں لایا تھا۔ اس نے اسے کاؤچ پر بٹھا دیا اور خود اس کے سامنے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ اس کا سر جھکا تھا اور وہ کافی دیر تک سوچوں میں گم رہا۔

"زندگی کا بڑا عرصہ میں نے یورپ میں گزارا ہے۔"

اس نے سر کو جھٹکا گویا بات یہاں سے شروع نہیں کرنی۔۔۔۔" مام جی میری شادی کرنا چاہتی تھیں کیونکہ وہ اچانک بہت بیمار ہو گئی ہیں۔ وہ مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں۔۔۔۔ میں بھی ان سے پیار کرتا ہوں۔۔۔۔ ان کی خواہش تھی میری شادی اور میں نے کر لی۔۔۔۔ میں اچانک اس طرح شادی کرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے ایک بار تمہیں دیکھا۔ تم مجھے اچھی لگیں۔ میں چاہتا تھا کہ ہم دونوں کو کچھ وقت ملے۔ ایسے ہی ڈائریکٹ شادی۔۔۔۔ مجھے یہ پسند نہیں، لیکن مام جی کی ضد کے آگے۔۔۔۔ میں نے ان کی مان لی۔"

زینب کو بڑی خوشی ہوئی کہ اتنا خوب صورت دولہا اس کے عین سامنے بیٹھا کہہ رہا ہے کہ وہ اسے پسند آگئی تھی وہ بھی پہلی نظر میں۔

"اگر ہم پہلے ایک دوسرے کو سمجھ جاتے تو ٹھیک تھا۔"

زینب نے تائید میں سر ہلایا۔
"اچانک شادی..." وہ جھنجلا کر اٹھا۔
چند ماہ سے زینب لگاتار رو رہی تھی "وہ یتیم ہو گئی ... یتیم ہو گئی۔" سُن رہی تھی۔ "تم مجھے اچھی لگیں۔" یہ سنا تو بہت اچھا لگا۔ رونے والی اس کی آنکھیں مسکرانے لگیں۔
بھول جانے والے دماغ کو ساری غزلیں، سارے اشعار یاد آنے لگے، چند گانوں کے بول بھی یاد آ گئے۔
اس نے اپنے بے حد خوب صورت شوہر کو کمرے میں چلتے پھرتے دیکھا، اس کے چہرے پر در آئی جھنجلاہٹ کو... آنکھوں میں اتر آنے والی تھکن کو...
اس بار وہ غزلیں اسے ادھوری لگیں۔
اشعار ناکافی لگے۔
کوئی ایک بار پھر عاسل کو دیکھ لے اور نئے سرے سے شاعری کرے...
دلہن بنی بیٹھی وہ اسے دیکھے گئی... اس نے ایک بار بھی نہیں سوچا کہ ایک بار بھی عاسل نے اسے نظر بھر کر نہیں دیکھا۔
اس نے کپڑے بدلے اور جہازی سائز بیڈ پر سو گئی۔

☼ ☼ ☼

عاسل نے کہا کہ وہ مام جی کے ساتھ ساتھ رہا کرے اور وہ ان کے ساتھ ساتھ ہی رہتی۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ حقیقت کو تسلیم کر چکی ہیں اور اپنے گھر اور خاندان میں ہی مرنا چاہتی ہیں۔ زینب کو شروع میں مام جی سے اور باقی سب سے بھی بہت ڈر لگتا تھا وہ شدید احساس کمتری کا شکار ہوتی۔ اسے لگتا کہ وہ اسے پسند نہیں کرتے ہوں گے لیکن وہ سب بری طرح مام جی میں ہی الجھے رہتے تھے اور وہ اسے ناپسند کیوں کرتے جب مام جی اسے پاس بٹھائے باتیں کرتی رہتی تھیں، سب ان ہی کے آس پاس رہتے تھے۔ زینب بھی زیادہ تر ان ہی کے کمرے میں رہتی تھی۔ مام جی کہتیں۔
"زینب! جاؤ اچھی طرح سے تیار ہو کر آجاؤ۔"
زینب تیار ہو کر آجاتی۔
"زینب! فلاں رنگ کا سوٹ پہن آؤ۔ وہ میری پسند کا تھا۔" زینب پہن آتی۔
وہ اسے بتاتیں کہ کیسے دودھ کو دو چار بار ابال کرا سے چائے بنانی ہے وہ بنا کر لے آتی۔ وہ ایک گھونٹ لیتیں اور کہتیں "ہاں ایسی ہی... بالکل ایسی ہی۔"
وقفے وقفے سے جب وہ اسپتال داخل ہوئیں تو وہ ان کے ساتھ رہتی۔ عاسل بھی ساتھ ساتھ ہی رہتا... عاسل ان کا ہاتھ پکڑے پکڑے سہلاتا رہتا اور جب وہ باتیں کرتے کرتے سو جاتیں تو کرسی پر بیٹھے بیٹھے خود بھی گردن ایک طرف کر لیتا... وہ ایک طرف رکھے صوفے پر دراز ہر رات یہی ایک منظر دیکھتی۔ دونوں خوب باتیں کرتے ہنستے اور ایک کے بعد دوسرا سو جاتا۔
ایک دن اس نے چھوٹا کشن احتیاط سے عاسل کی گردن اٹھا کر پیچھے رکھ دیا۔ اس نے ذرا کی ذرا آنکھ کھولی اور پھر بند کر لی۔
وہ رات بھر عاسل کو دیکھتی رہتی۔
چند دن پہلے اس نے اس سے کہا کہ وہ اس کی ٹائی باندھنا چاہتی ہے۔ ٹائی باندھتے عاسل کے ہاتھ رک گئے... اس نے تیز نظروں سے اسے دیکھا "کیوں؟" ابرو چڑھ گئے۔
"کیونکہ مجھے اچھا لگے گا اور آپ نے کہا تھا کہ میں آپ کو اچھی لگتی ہوں۔"
عاسل پچھتایا۔ "میں اپنے کام خود کرتا ہوں۔"
"یہ کام تو نہیں۔" اس نے آگے بڑھ کر ٹائی پکڑ لی۔
عاسل نے ہاتھ چھوڑ دیے...
انوکھی صورت حال تھی۔ وہ مسکرا رہی تھی اور وہ تنے ہوئے اعصاب کے ساتھ کھڑا ہونے پر مجبور تھا وہ اسے بتا رہی تھی کہ صرف اس کے لیے اس نے ٹائی باندھنا سیکھی ہے اور وہ ایسے ہی اس کا ہر کام سیکھ جائے گی۔
"کون سے کام...؟" اس نے پوچھ ہی لیا۔
"ہیں بہت سے کام..." بلاوجہ کی مسکراہٹ۔

یہ مسکراہٹ ہمہ وقت اس کے ہونٹوں، اس کی آنکھوں میں رچی بسی رہتی... زینب کو ہر آنے والے اور گزر جانے والے پل یہ سوچ سوچ کر بہت خوشی ہوتی کہ عاسل اسے پسند کرنے لگا تھا۔ وہ اچھی شکل و صورت کی مالک تھی، سفیدی مائل گندمی رنگ تھا، کمر تک لمبے بال تھے... آنکھیں گہری سیاہ تھیں اور بہت بھلی لگتی تھیں... ٹھیک ہے۔ وہ بے حد خوب صورت نہیں تھی لیکن عاسل کے خاندان میں آکر اسے ساری خوب صورتی مل گئی تھی۔ ثمرہ اس کے لیے شاپنگ کرتی۔ اسے اپنے ساتھ پارلر لے کر جاتی... ایسا نہیں ہوتا کہ وہ کوئی لباس پہنتی اور اس پہ جچتا نہیں... اور پھر اس نے صرف ایک سچ کو مان لیا تھا۔
جب وہ عاسل کو اچھی لگ گئی تو بھلے سے وہ خوب صورت لوگوں کی صف میں کھڑی نہ ہو پائے، اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اتنے سے دنوں میں اس نے بہت کچھ جان لیا تھا۔ یہ بھی کہ مام جی کی وجہ سے عاسل بہت پریشان ہے۔
وہ مام جی کی وجہ سے ساری ساری رات نہیں سوتا اور سوتا ہے تو لائبریری میں۔
ایک بار وہ رات گئے لائبریری گئی اور عاسل سے پوچھا کہ اسے کچھ چاہیے تو نہیں؟ اس نے کہا کہ اسے دروازہ بند چاہیے۔ زینب کو برا لگا اور ساری رات سو نہیں سکی مگر اگلے دن اسے دیکھتے ہی سب بھول گئی۔
ایک دن وہ اس کی وارڈ روب ٹھیک کر رہی تھی کہ اس نے اس کا بازو پکڑ کر پیچھے کیا اور کہا کہ وہ اس کی چیزوں میں نہ گھسا کرے۔ اس کا انداز اتنا برا تھا کہ وہ رونے لگی... چھپ کر روتے وقت اسے بابا بھی یاد آجاتے پھر وہ دل کھول کر روتی۔
شام کو مام جی کے پاس اسپتال جانے لگے تو زینب نے فرنٹ سیٹ کی کھڑکی سے دیکھ کر اسے کہا کہ وہ اس کی گاڑی میں نہیں بیٹھے گی اور کسی اور کے ساتھ چلی جائے گی۔
پلٹتے پلٹتے اس نے عاسل کو مسکراتے دیکھا۔ وہ ڈرائیونگ سیٹ سے باہر نکلا۔
"سوری۔"
اس کی کسی بات پر وہ مسکرا رہا تھا۔ سوری بھی کہا۔ اسے بہت خوشی ہوئی۔ اس کا سارا غصہ جاتا رہا اور وہ گاڑی میں جا بیٹھی۔
"اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم پھر سے وہ کرو جس سے میں نے منع کیا ہے۔"
اس نے تائید میں سر ہلایا۔
زینب نے کئی بار لڑکیوں کو گردن موڑ موڑ کر اسے دیکھتے دیکھا۔ اس کا جی چاہتا کہ وہ ان سب کے پاس جائے اور کہے "یہ میرا ہے اور میں بھی اس کی ہوں۔"
وہ بے حد خوب صورت اور شان دار تھا۔
زینب اکثر الفاظ جوڑتی رہتی کہ جب کبھی ان دونوں میں ذرا زیادہ دوستی ہو جائے گی تو وہ عاسل کی تعریف کرے گی... وہ اسے اپنے الفاظ میں بیان کرے گی۔
سوتے ہوئے... جاگتے ہوئے... کھانا کھاتے ...باتیں کرتے... الجھی شکل لیے لیپ ٹاپ پر کام کرتے ہوئے... وہ اسے ہر بار کتنا اچھا لگتا ہے۔

☼ ☼ ☼

اس نے ہاتھ روک کر اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ واش روم کے ادھ کھلے دروازے سے اندر آکر دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑی تھی۔
"جاؤ یہاں سے۔"
"نہیں... مجھے دیکھنا ہے۔"
"کیا...؟" اس کی آواز میں غصہ تھا۔
"میں نے کبھی دیکھا نہیں کہ شیو کیسے بنتی ہے... بابا کی داڑھی تھی تو میں۔"
"تم پاگل ہو۔"
وہ مسکرائی لیکن دیکھتی رہی۔ اس نے ہاتھ روک کر اسے باہر کیا اور دروازہ بند کر دیا۔
اسے غصہ آگیا اور وہ منہ پھلا کر بیٹھی رہی۔ وہ باہر

نکلا اور چلا گیا اسے اندازہ بھی نہیں ہوا کہ وہ ناراض ہے۔

"میں تو کبھی بھی نہیں مانوں گی۔"

"روسٹ کڑاہی سے بھی نہیں؟"

"نہ۔"

"دو ہزار سے؟"

"دو ہزار اور ساتھ روسٹ کڑاہی..... پھر شاید۔"

"پھر بھی شاید..... "وہ ڈاڑھی کھجانے لگے۔

اس نے سوچا کہ عاسل کے پاس تو اتنے پیسے ہیں پھر بھی وہ اس سے بنا پیسوں کے ہی مان جاتی..... کیسے؟ شاید صرف اس کی ایک ہلکی مسکراہٹ سے۔ اس نے اپنی عادتیں بابا کے ہاتھوں خراب کر ڈالیں۔ ابھی وہ خاموش تھی۔ وہ سوچتی اگر مام جی بیمار نہ ہوتیں اور عاسل کی پسند کی یہ شادی عام حالات میں ہوئی ہوتی تو وہ روز عاسل کو ایسے ہی تنگ کرتی جیسے بابا کو کرتی تھی۔

وہ ہر گزرتے پل کے ساتھ اسے شدت سے سوچتے رہنے کی بیماری میں مبتلا ہو چکی تھی۔

☼ ☼ ☼

گزرنے والے ہر دن کے ساتھ مام جی بہت لاغر ہوتی جا رہی تھیں۔ ناشتے کے دوران، کھانے کی ٹیبل پر، لاؤنج میں بیٹھے سب خاموش ہی ہوتے تھے۔ ثمو اپنی نم آنکھیں صاف کرتی رہتی، عاسل ضرورت سے زیادہ چپ ہوتا۔ ہر فرد خاموش اور اداس تھا۔ مام جی کی موت قبل از وقت ہی ان سب پر طاری ہو چکی تھی۔

وہ کسی کی نم آنکھیں دیکھ لیتی تو خود رونے لگتی۔ اسے بابا یاد آجاتے..... عاسل اور ڈیڈ نے آفس جانا تقریباً" ختم کر دیا تھا۔ رشتے دار، ملنے والے مزاج پرسی کے لیے آتے..... مام جی گھبرا جاتیں۔ انہیں لگتا ان سے ان ہی کی موت کی تعزیت کی جا رہی ہے۔ عاسل مام جی کو لے کر کینیڈا جانے کے لیے تیار ہو گیا۔

مزاج پرسی کے لیے آنے والے لوگ انہیں شدت سے موت کا احساس دلا رہے تھے۔ ایک ایک کر کے وہ سب کینیڈا چلے گئے۔

عاسل مام جی کے چھوٹے چھوٹے کام خود کرتا، مام جی کو بہت خوشی ہوتی جب عاسل اپنے ہاتھوں سے ان کے کام کرتا۔ اکثر مام جی زینب کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پاس کئی کئی گھنٹے بٹھائے رکھتیں۔

"عاسل کو بھولنے کی بہت عادت ہے۔ مجھے حریم نام بہت پسند ہے۔ عاسل باپ بنے گا تو تم اس کی بیٹی کا نام حریم رکھ دو گی؟"

اس نے فوراً" اثبات میں سر ہلا دیا۔

"لڑکے کے لیے بھی ایک نام بتا دوں؟" ان کے انداز پر زینب ہنسنے لگی وہ خود بھی ہنسنے لگیں۔

"تم اچھی لڑکی ہو..... زندگی کے اس موڑ پر آکر احساس ہوتا ہے کہ زندگی کی خوشیاں انسانوں سے جڑی ہوتی ہیں۔ چیزوں سے نہیں عاسل کی خوشیاں بھی تم سے جڑی ہیں۔ میں بے اولاد ہو کر بھی اولاد والی ہوں..... میں نے صرف کھلے دل سے محبت کی..... اور مجھے اس کا انعام ملا بھی۔ تم بھی کرتی ہو؟" وہ پوچھ رہی تھیں، وہ مسکراہٹ دبا رہی تھی۔

"کتنا شرماتی ہو تم۔" انہوں نے اس کے گال پر چٹکی لی۔

"معاف کرنا جانتی ہو؟ سیکھ جاؤ..... جو بیوی معاف کرنا سیکھ جاتی ہے بہت سکھی زندگی گزارتی ہے۔"

اس نے سر ہلایا۔

"میرے عاسل کو دکھی نہ کرنا..... میں نے اسے پندرہ سالوں کی دعاؤں کے بعد پایا تھا۔ مجھے اپنی زندگی کے ختم ہونے کا دکھ نہیں ہے کیونکہ عاسل میں ہی میری زندگی ہے..... وہ اپنی زندگی جیے..... میری کوئی ایسی دعا نہیں۔ جس میں عاسل کا نام نہ آیا ہو۔ میں نے ثمو اور اسد کو بھی بھلائے رکھا۔ مجھے عاسل کو یاد رکھ کر بہت سکون ملتا ہے۔"

"مجھے بھی۔" اس نے کہا نہیں۔ باتیں کرتے کرتے وہ دوا کے زیر اثر سو گئیں۔ ان کا علاج ممکن نہیں تھا۔ ان کی صرف تکلیف کم کی جا رہی تھی۔

چند دنوں بعد وہ دو دن کی مسلسل بے ہوشی میں فوت ہو گئیں۔ زینب اور عاسل کی شادی کے ٹھیک نو ماہ بعد۔

ان کی موت کا سوگ تو وہ ان کی زندگی میں ہی منا رہے تھے۔ لیکن حقیقی موت نے گہرا اثر کیا۔ عاسل چند دن اسپتال رہا..... ذہنی اور جسمانی طور پر اس نے کافی اثر لیا تھا۔ جو خاموشی ان کی بیماری کے دوران تھی وہی خاموشی ان کے جانے کے کئی ہفتوں بعد تک رہی۔

☼ ☼ ☼

ثمو کو اس کا شوہر فارن ٹرپ پر لے گیا۔ اس کا کہنا تھا کہ اس طرح اس کا دل بہل جائے گا۔ عاسل کو بھی کہا لیکن وہ نہیں مانا۔ ڈیڈ نے ماما اور زینب کو امریکا بھیج دیا۔ وہ عاسل کے بغیر جانا نہیں چاہتی تھی لیکن ڈیڈ اور ماما کو انکار نہیں کر سکتی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ ماما کو اکیلا نہیں بھیج سکتے اور خود ان کے ساتھ جا نہیں سکتے۔

نیو جرسی میں ان کا چھوٹا سا فلیٹ تھا۔ حقیقتاً" وہ پہلی بار عاسل سے دور ہوئی تھی۔ اسے نیو جرسی کی ہر چیز کاٹ کھانے کو دوڑ رہی تھی۔

زینب نے عاسل کو کتنی بار کہا کہ وہ ساتھ چلے لیکن اس نے سرد مہری سے اس کی طرف دیکھا۔ پھر غصے سے اٹھ کر ہی چلا گیا۔ وہ یہ جانتی تھی کہ وہ اپنی مرضی کا مالک ہے اور جب وہ اپنی مرضی کرتا ہے تو کسی کی بھی نہیں سنتا..... جن کی سنتا تھا۔ وہ جا چکی تھیں۔ وہاں پہنچتے ہی باتھ روم کا دروازہ بند کر کے وہ رونے لگی۔

زینب نے چاہا کہ اس کی آواز ہی سن لے۔ مگر اس نے فون ہی نہیں اٹھایا۔

اس نے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا..... رات بھر سوئی بھی نہیں۔ کبھی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کر سوچتی کبھی بے چینی سے اٹھ کر ٹہلنے لگتی۔ کبھی جی چاہتا کہ بدتمیزی کی انتہا کر دے اور ماما کو چھوڑ کر اکیلی ہی واپس چلی جائے۔

ماما اسے شاپنگ پر لے کر جاتیں۔ اسے نیو جرسی کے مشہور اسٹور سے ڈائمنڈ کے ٹاپس لے کر دیے..... بڑے بڑے ہوٹلز میں جاز میوزک میں اسے ڈنر کروائے..... صبح و شام اس کے ساتھ پارکوں میں واک کی.....

رات کو وہ سوتی تو آنسو چھلکنے لگتے۔ وہ فون کرتی تو کبھی تو اٹھایا ہی نہ جاتا اور اگر اٹھا لیا جاتا تو.....

"ہاں میں ٹھیک ہوں..... جلدی میں ہوں..... بزی ہوں..... ڈرائیونگ کر رہا ہوں..... لنچ کر رہا ہوں۔" کہا جاتا۔

چند حرفی جملے اور اس کی بات سنے بغیر ہی فون بند۔

آدھی رات کو اٹھ کر کھڑکی میں آکھڑی ہوتی اسے میسج کرتی کہ وہ کہاں کہاں گئے کیا کیا دیکھا..... مگر کسی میسج کا جواب نہ آتا۔

وہ اس کے ساتھ گزارا ایک ایک پل یاد کرتی بار بار دہراتی۔

ایک بار وہ لیپ ٹاپ پر کام کر رہا تھا کہ اس نے اس پر جان بوجھ کر چائے چھلکا دی۔ اس نے اتنے غصے سے زینب کی طرف دیکھا کہ اس کا دم ہی نکل گیا۔ مگر وہ صاف مکر گئی۔ "غلطی سے گر گئی۔"

اس نے بمشکل غصہ ضبط کیا۔ "تمہارا انداز سب بتا رہا ہے۔"

وہ مسکرانے لگی۔ "کیا بتا رہا ہے؟" جواب دینے کے بجائے وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

چند دنوں میں ہی وہ چائے والی بات بھول گئی اور اپنے فریش جوس میں سے آئس کیوب نکال کر اس کی گردن پر رکھ دیا..... خالصتاً" غریبانہ مذاق تھا جو دانش وغیرہ کے ساتھ وہ کرتی تھی اور اسے بھاتا بھی بہت تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" وہ پوری قوت سے دھاڑا۔

وہ سچ مچ ڈر گئی اور اسے دیکھنے لگی۔ وہ اسے ہی گھور رہا تھا اس نے بمشکل کہا۔

"مذاق۔"

"ایسے مذاق تم کسی اور کے ساتھ کرنا۔"

"کس کے ساتھ.....؟"

"جاؤ یہاں سے۔" وہ چلایا۔

"کس کے ساتھ؟" بے ساختہ منہ سے نکل گیا۔

"شٹ اپ!" وہ دھاڑا۔

زینب نے الجھ کر اس کی طرف دیکھا۔ مذاق تھا برا تھا لیکن گھٹیا نہیں تھا عاسل کے ردعمل پر اسے بہت افسوس ہوا۔ زینب نے غصے سے اس کی طرف دیکھا۔

"آپ بہت بے رحم ہیں۔" اس نے کہہ دیا۔ وہ جو اٹھ کر باہر جا رہا تھا۔ پلٹ کر اسے دیکھا۔

"بات نہیں کرتے اور دیکھتے بھی نہیں۔"

چند لمحے اسے دیکھ کر وہ چلا گیا' چند بار رو کر زینب نے خود کو تسلی دے لی کہ مذاق ہی گھٹیا تھا ورنہ وہ اتنے غصے میں نہیں آتا اور پھر وہ تو اتنا پیارا ہے کیسے مام جی کا ہاتھ تھام کر گھنٹوں باتیں کرتا رہتا ہے۔ ایک دن وہ اس کا ہاتھ تھام کر بھی گھنٹوں باتیں کرے گا۔ ہنسے گا۔ ہنسائے گا۔ لیکن ہوا کچھ یوں کہ زینب نے اسے ایک چھوٹے بچے کی طرح ہر صورت خوش رکھنا' منانا اور اس کے آگے پیچھے ہونا شروع کر دیا تھا۔ اس نے عاسل کا ہر کام اپنے ذمے لے لیا تھا۔ کئی راتیں مام جی کے پاس گزارتے ایک رات مام جی نے اسد کو روک کر اسے گھر جانے کے لیے کہا تھا۔ تھوڑا سا فاصلہ طے ہوا تو اس نے عاسل سے کہا کہ وہ گاڑی روک دے ..... اس نے اچنبھے سے اس کی طرف دیکھا اور گاڑی نہیں روکی۔

"میری کوئی بات نہیں مانتے۔" وہ غصے سے بڑبڑائی۔

اس نے اس سے زیادہ غصے سے بریک پر پاؤں رکھے جیسے کہا "لو مرو روک دی اب۔"

"مجھے کچھ کہنا ہے۔" وہ جھجکی۔

"تو اسپتال میں کہہ دیتیں۔"

"اسپتال کا ماحول ٹھیک نہیں تھا۔"

"گھر جا کر کہہ دینا۔"

"گھر جاتے ہی آپ فوراً" سو جاتے ہیں۔ لائبریری میں۔"

"کہو اب....." وہ جھلا کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"آپ اصرار تو کریں..... کیا بات ہے زینب؟"

اس بار عاسل نے مسکراہٹ روکنے کے لیے ہونٹوں کا کونا دانتوں میں دبا لیا۔

"نظم سنانی ہے۔" وہ بے حد سنجیدہ تھی۔

"تم مجھے پوئٹری سنانے لگی ہو..... آدھی رات کو اس طرح گاڑی رکوا کر؟"

وہ کھل کر مسکرا دیا۔ اس امر سے ڈرے بغیر کے وہ اس کی مسکراہٹ دیکھ لے گی۔ اور کچھ سمجھنے لگے گی۔ وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ سڑک پر زیادہ رش نہیں تھا۔ ان کی گاڑی کنارے پر کھڑی تھی۔ وہ دور تک چل کر گیا۔ زینب نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا ..... وہ بلند بانگ قہقہے لگا رہا تھا۔ دو منٹ تک ہنستے رہنے کے بعد وہ واپس آ کر بیٹھ گیا۔ ٹشو سے اپنی آنکھوں کے کونے صاف کیے ..... اور ایک ٹشو اس کے آگے بھی کیا کہ اگر اس کا دل ٹوٹ چکا ہے اور وہ رونے والی ہے تو آنکھیں صاف کر سکتی ہے۔

سارا راستہ وہ روہانسی بیٹھی رہی اس انتظار میں کہ وہ کہے گا "چلو سناؤ!" لیکن برا ہو ہر اس چیز کا جس نے عاسل کو ایسا بنا دیا تھا۔ خاص کر اس یورپین یونیورسٹی کا جہاں سے عاسل ایسا روکھا بن کر نکلا تھا۔

اس نے اپنی لکھی نظم میسج میں لکھ کر اسے بھیج دی..... دن گزر گیا اور جواب کیا آیا۔

"سوالیہ نشان.....؟"

چند اور دن گزرے تو عاسل نے اسے ڈرائیور کے ساتھ گھر بھیج دیا اور ایک گھنٹے بعد خود بھی گھر آ گیا زینب کو بہت برا لگا۔

زینب کو حیرت تھی پسند کی شادی کر لی تھی۔ اب اس پسند کو مزید پسند کرنے کا اس کا ارادہ نہیں تھا۔ وہ تو کبھی اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تھا پھر بھی زینب کو لگتا وہ ہر وقت صرف اسے ہی دیکھتا ہے۔ اسے پسند جو کرتا ہے۔

اس نے ماما سے کہا کہ وہ عاسل سے کہیں کہ وہ بھی یہاں آ جائے' ماما نے کہا بھی مگر اس نے کہا آفس میں کام بہت ہے۔

ماما کا میڈیکل چیک اپ ہو چکا تھا رپورٹس آ گئی تھیں۔ ان کی صحت اچھی ہوتی جا رہی تھی۔ مام جی اور ان میں بہت دوستی تھی۔ ماما ڈیڈ کے ساتھ پارٹیز اٹینڈ کرتی رہتی تھیں۔ گھر اور بچوں کو مام جی نے ہی دیکھا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کی مشکور رہیں۔ ایک اولاد دینے پر ایک اولاد کی پرورش کرنے پر..... رشتہ سوکن کا تھا۔ یہ ظاہر ہی نہیں ہوتا تھا۔ اتنے سے عرصے میں زینب بھی جان گئی تھی کہ مام جی کس شدت سے سب سے پیار کرتی ہیں' سب کا خیال رکھتی ہیں۔

نیو جرسی میں وہ اپنے برے ترین وقت سے گزر رہی تھی۔ لیکن جب ماما نے بتایا کہ عاسل بزنس کے سلسلے میں فارن ٹرپ پر ہے تو زینب کو بہت خوشی ہوئی۔ وہ نیو جرسی بھی ضرور آئے گا وہ جانتی تھی۔ وہ ہر روز ایسے بن ٹھن کر رہتی کہ جیسے وہ ابھی آ جائے گا۔ اسے لگتا تھا کہ وہ اسے سرپرائز دے گا۔

لیکن اگلے کئی دنوں تک وہ نہیں آیا نہ ہی فون کیا۔ وہ باتھ روم میں چھپ چھپ کر روتی رہی۔

چند مزید ہفتے گزار کر ماما نے ثمرہ کے پاس لندن جانے کا سوچا۔ ڈیڈ کا آنے کا ارادہ بھی تھا۔

زینب واپس جا کر کیا کرتی۔ عاسل پاکستان میں بھی نہیں تھا..... اس نے عاسل کو میسج کیا کہ وہ لوگ لندن میں ہیں اور وہ اپنے بزنس ٹور سے فارغ ہو کر ان کے پاس آ جائے اور اس نے یہ بھی لکھا کہ وہ اس کا انتظار کر رہی ہے۔

اسے یقین تھا کہ وہ لندن ضرور آ جائے گا۔ ماما بتا رہی تھیں کہ یہ شہر اسے بہت پسند ہے اور وہ بھاگ بھاگ کر یہاں آتا ہے۔ بزنس ٹور کہیں کا بھی ہو' یہاں ضرور رک کر جاتا ہے۔

یہاں آ کر اس کا انتظار بڑھ گیا۔ اس نے ماما کے ساتھ کی گئی شاپنگ استعمال کرنی شروع کر دی۔ وہ بہت اچھی طرح سے تیار ہونے لگی تھی۔ اس کی رنگت نکھر کر سرخی مائل لگنے لگی تھی۔ گہری سیاہ بھنوؤں کے ساتھ گہرا سیاہ کاجل اس کی آنکھوں میں بہت اچھا لگتا ماما نے پہلی بار اسے ایسے کاجل لگائے دیکھا تو دل کھول کر تعریف کی۔

ماما ایک بڑے سیلون سے بال سیٹ کروا رہی تھیں' وہ اٹھ کر باہر آ گئی' سیلون ایک بڑے شاپنگ سنٹر میں تھا۔ کافی کا مگ لے کر وہ گلاس وال کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ بوندا باندی ہو رہی تھی اور اس نے لانگ کوٹ اور سرخ مفلر میں عاسل کو تیزی سے سڑک پار کرتے دیکھا۔

وہ شاپنگ سنٹر کے سامنے بنے پارکنگ لاٹ سے نکل رہا تھا۔ مگ چھوڑ کر وہ تیزی سے تیسری منزل سے پہلی منزل پر آئی۔ بھاگتی ہوئی بیرونی دروازے سے باہر نکلی..... یقیناً" ماما نے اسے بتا دیا ہو گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں۔ اسے معلوم تھا کہ وہ اچانک ہی آئے گا۔ وہ اسے جان گئی تھی۔ وہ اسے سرپرائز دینے والا تھا..... وہ سڑک کے دونوں طرف بنی دوکانوں سے اس کے لیے پھول لینے گیا ہو گا۔ تیزی سے بھاگتے ہوئے بھی اس نے کافی کچھ سوچ لیا۔

وہ مارکیٹ کے اندر چلی گئی۔ کچھ ہی فاصلے پر اسے صاف ستھرے شیشے کے پار وہ نظر آ گیا۔ وہ عاسل ہی تھا۔

وہ بے انتہا خوش ہوئی..... گہرا سانس لیا۔ خود کو نارمل کیا' پرس میں سے آئینہ نکال کر خود کو دیکھا..... پھیل جانے والے کاجل کو ٹھیک کیا..... بالوں میں ہاتھ گھما کر ذرا اسٹائل دیا..... پھر آہستہ آہستہ چلتی اس

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے

فائزہ افتخار کے 4 خوبصورت ناول

آئینوں کا شہر	قیمت -/500 روپے
بھول بھلیاں تیری گلیاں	قیمت -/600 روپے
یہ گلیاں یہ چوبارے	قیمت -/300 روپے
پھلاں دے رنگ ہزار	قیمت -/250 روپے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ: 37 - اردو بازار کراچی - فون نمبر: 32735021

دوکان کے پاس آئی۔۔۔ وہ ذرا سا ترچھا ہو کر کھڑا تھا اور اس کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ اس نے دروازہ کھولا ۔۔۔ اور عین اس کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔

"تم؟" عاسل نے اس طرح کہا کہ اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

"یہ کیسا ہے۔" دوسری آواز آئی عاسل کی نظروں کے تعاقب میں اس نے آواز کا تعاقب کیا۔۔۔ وہ لڑکی ذرا فاصلے پر ہاتھ میں دو مختلف جوتے پکڑے پکڑے پوچھ رہی تھی۔

"یہ فارحہ ہے۔"

"ہائے!" وہ کھڑی ہو گئی ہاتھ آگے کیا۔ اگر عاسل دنیا کا سب سے خوب صورت لڑکا تھا تو وہ دنیا کی سب سے خوب صورت لڑکی تھی۔

زینب نے بمشکل اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"یہ زینب ہے۔ سرمد انکل کی بیٹی۔"

"او۔۔۔ زینب! تمہارے ڈیڈ سے مل چکی ہوں میں ایک بار۔" زینب نے الجھ کر عاسل کی طرف دیکھا اور اس نے اس انداز میں اسے گھورا کہ وہ خاموش کھڑی رہی۔

"یونیورسٹی سے آ رہی ہو؟" اس کی آواز بہت خوش کن تھی۔

زینب نے سر ہلایا۔

"ہم شاپنگ بعد میں کر لیں گے۔۔۔ کچھ کھاتے ہیں۔"

زینب نے نظر چرا کر عاسل کی طرف دیکھا۔ وہ ایسے کھڑا تھا جیسے اسے جانتا ہی نہیں۔ اپنی بیوی کو وہ پہچان نہیں رہا تھا۔ اس کا یہی انداز اسے حیران و پریشان کر رہا تھا۔

"میں جلدی میں ہوں۔" شکر رہا کہ وہ روئی نہیں۔

"جلدی میں ہو۔۔۔ کم آن۔" وہ مسکرائی۔

"چلو میرے ساتھ مجھے تمہارے کزن کی کچھ شکایتیں کرنی ہیں۔" اس نے ادا سے مسکرا کر عاسل کی طرف دیکھا۔

زینب نے ہاتھ آگے کیا۔۔۔ "میں چلتی ہوں۔"

"او کے!" فارحہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا پھر اپنا بایاں ہاتھ زینب کے آگے کیا۔

"کیسی ہے؟" اس کا اشارہ انگوٹھی کی طرف تھا۔

"تمہارے کنجوس کزن نے دی ہے۔" کہہ کر اس نے عاسل کا بازو تھام لیا اور اس کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔

زینب نے دور تک بنی دکانوں کے شیشے ٹوٹتے دیکھے۔

"میں اور عاسل انگیج ہو گئے ہیں۔" اس نے کہا۔

اس نے اس بار عاسل کی طرف نہیں دیکھا اور باہر کی طرف لپکی۔۔۔ فارحہ کا کہا "بائے" دور تک اس کے پیچھے آیا۔

وہ ٹیکسی میں بیٹھی تو اس نے عاسل کو تیزی سے پیچھے آتے دیکھا لیکن فارحہ کا بائے گونجتا ہی رہا۔

اس کا فون بجنے لگا پھر میسج آیا۔ اس نے نہ فون سنا نہ میسج پڑھا' اس نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا کہ اسے ایسی جگہ لے جائے جہاں اس کے علاوہ کوئی نہ ہو وہ اسے درختوں میں گھری ایک جھیل تک لے گیا۔ جہاں دور دور تک اکا دکا لوگ ہی نظر آ رہے تھے۔ وہ ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی روتی رہی بہت دیر تک۔

پھر احساس ہوا کہ وہ کتنی بڑی بے وقوف ہے' پاگل ہے' ناسمجھ ہے۔۔۔ عاسل کی بات سنے بغیر وہ کیا کیا سوچ رہی ہے۔ اس لڑکی نے مذاقاً" کہہ دیا ہوگا' دوستوں میں تو ایسے مذاق چلتے ہیں۔۔۔

عاسل کا فون آ رہا تھا اس نے پوچھا وہ کہاں ہے اس نے جگہ کا نام بتا دیا۔

"میں آ رہا ہوں۔" اس نے کہا۔

"وہ آ رہا ہے۔" وہ خوش ہو گئی لیکن پھر رونے لگی۔

کچھ ہی دیر میں عاسل اس کے پاس تھا۔ وہ اسے دیکھتے ہی اس سے لپٹ گئی۔۔۔ اتنے سے وقت میں اس نے اسے بہت بری طرح سے کھویا تھا۔۔۔ کھو کر مل

جانے والوں کی طرح وہ اس سے لپٹ گئی۔

عاسل نے سرد مہری سے اسے الگ کیا پھر اسے لے کر گاڑی میں آ بیٹھا۔ سارا وقت وہ اس کی طرف بار بار دیکھتی رہی لیکن وہ خاموشی سے لب بھینچے کار چلاتا رہا جیسے کار میں اکیلا بیٹھا ہو۔ اس کی آنکھوں کا کاجل رو رو کر پھیل چکا تھا۔

"سرمد انکل کی بیٹی۔" وہ پوچھنا چاہتی تھی اس نے ایسا کیوں کہا لیکن خاموش بیٹھی رہی اور یہ کہ وہ لندن کب آیا؟

☼ ☼ ☼

"بیٹھو۔" اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ یہ عاسل کا فلیٹ تھا۔ وہ بیٹھ گئی۔ اس کا زرخیز دماغ چپ تھا ہاں دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ زینب کا خیال تھا کہ وہ اسے بتائے گا کہ وہ کتنا غلط سمجھ کر وہاں سے چلی آئی۔

"میں تمہیں طلاق دے رہا ہوں۔" وہ سفید پڑ گئی۔ وہ اس کی طرف دیکھتی رہ گئی۔

"آئی ایم سوری زینب! لیکن ایسا ہی ہونا ہے۔۔۔ میں تمہیں سب بتا دیتا ہوں۔"

ایک تیز رفتار جھکڑ اس کے دماغ میں سے ہو کر گزرا۔

"میں فارحہ سے محبت کرتا ہوں۔"

وہ محبت کا لفظ جانتا تھا۔ وہ غلط نہیں تھی۔

"صرف اسی سے شادی کرنی تھی مجھے۔"

کس نے کہا تھا کہ وہ کم بولتا ہے۔

"حالات ہم دونوں کے درمیان ایسے بدلے کہ ہم الگ ہو گئے۔"

"ہم۔" در در راہ ڈھونڈ کر اندر گھسنے لگا۔

"مام جی کی بیماری' ان کی خواہش سے مجبور تھا۔"

عاسل مجبور تھا۔۔۔ برا نہیں۔

"مجھے تم سے شادی کرنی پڑی۔ ریان نے کہا اگر میں کسی ضرورت مند خاندان کی لڑکی۔"

ضرورت مند غریب اور یتیم بھی۔

"میری نیت بری نہیں تھی۔ ارادہ بھی۔۔۔ بس محبت جو فارحہ سے ہے مجھے۔"

بس محبت ہی۔۔۔ تو لے ڈوبتی ہے۔

"حالات اتنے خراب ہو گئے اتنے الجھ گئے۔" وہ آہستہ آہستہ اسے بتانے لگا۔ "میں فارحہ کے بغیر نہیں رہ سکتا زینب!"

"اور میں عاسل کے بغیر۔"

آخر اس نے کہہ دیا۔ اونچی آواز میں عاسل کی طرف دیکھ کر۔۔۔ وہ چونکا اور پھر انجان بن گیا۔ اتنی بڑی بات سن کر بھی وہ انجان بن گیا۔

"میں نے تمہارے اکاؤنٹ میں دو کروڑ جمع کروا دیے ہیں۔" اس کی بات کا جواب تھا۔

اس نے شادی کے فوراً" بعد زینب کو پچاس لاکھ کا چیک بھی دیا تھا۔

"وہ تمہارے ہیں' جیسے چاہو خرچ کرو۔" اس نے بابا کا قرض اتار دیا۔ عاسل نے اس کے دونوں چھوٹے بھائیوں کے پرائیوٹ کالجز میں ایڈمیشن کروا دیے تھے۔ زینب خوشی سے نہال ہو گئی کہ اسے کتنی فکر ہے وہ اس کا شوہر تھا لیکن بابا کی طرح ان کا خیال رکھ رہا تھا۔ آپا کے شوہر کو اچھی فرم میں اچھی پوسٹ پر لگوا دیا تھا انہیں گاڑی اور گھر مل گیا۔۔۔

"ڈیفنس میں ایک گھر خریدا ہے تمہارے لیے۔"

"قبرستان میں ایک قبر خریدنی چاہیے تھی۔ وہ نہیں خریدی؟" اس نے سرخ آنکھوں کو رگڑ کر اس سے پوچھا۔ اس نے جواب نہیں دیا' دیکھتا ہی رہا۔

"تم جانتی ہو میں ہمیشہ لائبریری میں سوتا رہا ہوں ۔۔۔ ہمارا صرف نکاح۔"

اتنی وقعت میری۔۔۔ میرے جسم کی۔۔۔ اور میرا دل۔۔۔ اس کا نہیں سوچا۔

"اتنے پیسے نکاح کے دے رہے ہیں؟" وہ چلائی "صرف نکاح کے لیے اتنے پیسے؟ کتنے پیسے والے ہیں آپ۔۔۔ مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا۔ ایک سال چند ماہ اتنے پیسے۔ اور دوسری چیزوں کے؟"

عاسل نے لب بھینچ کر اس کی طرف دیکھا۔

"پہلی چیز میری محبت ۔۔۔ دوسری چیز بھی میری

محبت ..... تیسری' چوتھی محبت ..... محبت کے ایک ایک پل کو صدیوں سے ضرب دو ..... ان گنت کا حساب نکالو۔ میرے حصے میں آپ آئے؟"

"میں نے نہیں کہا تھا کہ مجھ سے محبت کرو۔" وہ تلخی سے بولا اور کھڑا ہو گیا۔

زینب نے دھندلی آنکھوں سے اسے کھڑے ہوتے دیکھا۔

جیسے آپ نے مجھ سے شادی کرلی۔ میں نے آپ سے محبت کرلی۔ اب دیں میرا بقایا مجھے۔" اس نے کھڑے ہو کر اس کے آگے ہاتھ پھیلایا۔

"کہا نا محبت کا نام مت لو۔ یہ تمہارے لیے نہیں تھی۔" اس کی کڑوی آواز گونجی۔

"عاسل خود کو کسی کٹہرے میں کھڑا کریں اور پوچھیں۔

پوچھیں خود سے آپ سے نہ کرتی محبت تو کس سے کرتی؛ ایک بیوی اپنے شوہر سے محبت نہیں کرے گی تو کس سے کرے گی؟ رات دن میں اپنے شوہر کے ساتھ رہتے ہوئے محبت کسی تیسرے سے کرتی؟" اس کی آواز بلند ہو گئی۔ "ہزاروں لوگوں میں آپ نے مجھے اجازت دی کہ میں آپ سے محبت کروں کیسے نہ کرتی؟"

عاسل نے نظریں کہیں اور ہی ٹکائی ہوئی تھیں۔ عاسل کے اس انداز پر اس نے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیے اور رونے لگی۔

"میرا ہاتھ پکڑ کر آپ نے کہا تھا۔ میں آپ کو اچھی لگی۔"

"وہ جھوٹ تھا۔"

"تو ساتھ یہ بھی بتانا تھا عاسل کہ یہ جھوٹ ہے۔ اسے سچ مت سمجھ لینا۔"

"میں شرمندہ ہوں۔" تنے ہوئے اعصاب اور بے رحم ساکت نظروں کو نہ جانے کس نکتے پر ٹکائے اس نے کہا۔

"میں نے محبت کرلی۔" وہ رونے لگی۔ "غلطی ہی سہی..... مگر مجھے اس کا حل بھی تو بتائیں۔"

"بھول جاؤ مجھے۔" اس نے حل نکال دیا۔

وہ جانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ رکنا نہیں چاہتا تھا۔

"عاسل!" اس نے بے غیرت بننا بھی گوارا کرلیا۔

"زینب! تم بہت ضدی ہو۔" وہ اکتا گیا۔

"کیسے؟" وہ حیران ہوئی۔

"میں تمہیں ہر چیز لے کر نہیں دے سکتا۔"

"مجھے ہر چیز نہیں چاہیے۔ جو مانگ رہی ہوں صرف وہی۔" وہ چلائی۔

بہتی آنکھوں کو بہنے دیا اور دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔

"ایسا مت کریں..... مجھے طلاق مت دیں۔ میرے ساتھ رہیں عاسل پلیز! میں رہ لیتی اگر آپ کے بغیر رہ سکتی۔ میں دنیا میں ہر کام کو کرنے کے لیے کوششیں کروں گی۔ آپ کے بغیر رہنے کی کوشش کی تو مر جاؤں گی۔"

عاسل نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"تم پاکستان چلی جاؤ..... جلد ہی ٹھیک ہو جاؤ گی۔"

اس کے پاس زینب کے ہر سوال کا جواب تھا۔

"کیا میں آپ کو کبھی اچھی نہیں لگی؟"

اس کی نظریں واپس پلٹ چکی تھیں زینب کے تو سوال ہی ختم نہیں ہو رہے تھے۔

"کتنی بار آپ میری طرف دیکھ کر مسکرائے۔ مام جی کا دیا ہوا سفید ڈریس جب میں نے پہنا تو آپ نے میری طرف مسکرا کر دیکھا تھا۔ جب میں نے آپ کو ایک شعر سنایا تو آپ نے کہا' وہ میری طرح کا ہے..... آپ نے کہا زینب! تم پاگل ہو..... ایک بار آپ نے میرے گال پر چٹکی لی اور کہا ایک بچہ بھی مجھ سے زیادہ سمجھ دار ہو گا۔ دو بار میں نے آپ کو کافی بنا کر دی اور آپ نے کہا کہ آپ کو ایسی ہی کافی دوبارہ چاہیے.....

مام جی جب چپکے چپکے آپ سے میری باتیں کرتی تھیں تو آپ ہنستے تھے آپ نے میری طرف دیکھا جب میں اپنے بال بنا رہی تھی اور وہ مجھ سے بن نہیں رہے تھے آپ نے لیپ ٹاپ کے پیچھے اپنی ہنسی کو چھپا لیا۔ ایک بار صبح آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں نے ناشتا کرلیا ہے۔

کتنی بار آپ مجھے دیکھ کر مسکرائے..... کیا وہ سب محبت نہیں تھی؟"

وہ خود نہیں سمجھ رہی تھی کہ وہ کیا کہہ رہی ہے اسے کیا کہنا ہے۔ اسے دلائل دینے ہیں یا شکایات کرنی ہیں یا عزت نفس رکھنے والوں کی طرح گردن اٹھا کر وہاں سے چلے جانا ہے۔ وہ وہاں سے چلی جاتی اس کا دل یہ فیصلہ قبول تو کرتا۔

عاسل اندر کمرے میں چلا گیا اور دروازہ بند کرلیا مطلب اب جاؤ یہاں سے زینب عبدالکلام! کھیل ختم ہوا۔ وہ زینب عاسل سے زینب عبدالکلام ہوئی۔

☼ ☼ ☼

ٹیکسی سے آتے ہوئے وہ کھڑکی کے پار ایسے دیکھ رہی تھی جیسے دریا میں اس کے ایک پاؤں کا جوتا گر گیا ہو اور اسے ایک جوتے کے ساتھ واپس آنا پڑا ہو..... کتنی سبکی ہوئی ایک پاؤں میں جوتا پہن کر..... ایک ننگے پاؤں سے چل کر..... اچھا ہوتا وہ دوسرا جوتا بھی اتار پھینکتی۔ یک طرفہ محبت ایک پاؤں میں پہنے جوتے کی طرح ہوتی ہے۔ نہ ٹھیک سے چلا جاتا ہے اور اتارا بھی نہیں جاتا۔

وہ بیڈ کے کنارے بیٹھی تھی۔

وہ کام چور' نااہل لڑکی ایک ہی انداز میں ایک ہی جگہ بت بنی بیٹھی رہی نہ تھکی نہ ٹوٹی۔ سانسوں کی آمد و رفت قدرتی تھی۔ اگر اس کے ہاتھ میں ہوتی تو انہیں بھی روک کے رکھتی۔

بہت دیر بعد اٹھ کر اس نے پردے برابر کیے..... قریب ہی سائیڈ ٹیبل پر عاسل کی تصویر رکھی تھی اس نے ہاتھ مار کر اسے گرا دیا۔

کوٹ اور مفلر اتار کر پھینکا..... کانوں کے بندے' انگلیوں کی انگوٹھیاں گھڑی' بریسلٹ' جوتے۔

"دو کروڑ اکاؤنٹ میں جمع کروا دیے ہیں۔"

وارڈ روب کھول کر اس نے کپڑے نکالے..... کھڑکی کھولی اور باہر پھینکنے لگی۔ بیگ' جوتے' جیولری گھر والوں کے لیے خریدے تحائف عاسل کے لیے چند چیزیں۔

"ڈیفنس میں گھر۔"

عین کھڑکی کے نیچے بیٹھ کر اس نے اپنا سر تھام لیا۔ اتنی چیزیں دیں ایک خود کو ہی اس انبار میں نہیں رکھا۔

دماغ کی نسیں پھٹنے کے قریب تھیں۔ دولت کے بل بوتے پر کیسی تجارت کی..... اس نے اسے کتنی بری طرح سے خریدا تھا۔ نہ خریدتے ہوئے اسے بتایا نہ پھینکتے ہوئے۔ دونوں طرف کے سودے اپنے ہاتھ میں ہی رکھے۔

اپنی بے وقعتی کا احساس بڑھنے لگا۔ اتنی تذلیل' اتنی بے رحمی' اتنی دھتکار..... اس کا جی چاہا اپنے وجود کو ملیامیٹ کر کے اس دنیا پر تھوک دے اور پھر پوچھے عاسل سے اب خوش ہو؟

"محبت بھی میں نے کی..... جان بھی میں نے دی۔"

☼ ☼ ☼

اس کے پاس چند ہزار پونڈز اور کاغذات تھے۔ عاسل سے آخری ملاقات "خط" بھی وہ اس کے فلیٹ کے دروازے سے اندر ڈال آئی تھی۔ ابھی صبح کے آثار نمایاں نہیں ہوئے تھے۔ ایک پبلک بوتھ سے اس نے پاکستان اماں کو فون کیا کہ اگلے چند ہفتے وہ اتنی مصروف ہے کہ فون نہیں کر سکے گی۔

فٹ پاتھ پر چلتے اس کی نظر جیسے ہی پہلے شخص پر پڑی اسے روک کر اس نے کہا کہ کیا اس کے پاس اس کے لیے تھوڑا سا وقت ہے؟ اجازت ملنے پر اس نے اسے بتایا کہ وہ لندن میں اکیلی ہے۔ نئی ہے۔ ابھی ابھی آئی ہے..... بے سرو سامان ہے۔ اسے سستی سی کوئی جگہ چاہیے رہنے کے لیے۔ وہ آدمی کھڑا غور سے اس کا مسئلہ سنتا رہا اور اسے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا اور ایک کیفے تک لے گیا کہ وہ وہاں بیٹھ کر کمپیوٹر پر کرائے کی جگہ تلاش کرے۔ اس نے اسے اچھی طرح سمجھایا۔ زینب نے غور سے سب سنا اسے یاد

رکھا اور چند گھنٹے بیٹھی کمپیوٹر استعمال کرتی رہی۔

چند گھنٹوں بعد ٹرین میں بیٹھے بیٹھے ہی اس نے ناشتا کیا۔

عاسل رات سے جاگ ہی رہا تھا۔ اس نے دوبار ہمت کی کہ وہ زینب کو فون کرے لیکن اس نے سوچا اپنے فیصلے پر قائم رہنا چاہیے۔

شرمندگی کا احساس لیے وہ ساری رات جاگتا رہا۔ اپنے بیڈ روم کی کھڑکی سے دن چڑھنے سے پہلے اس نے زینب کو سڑک پار کرتے دیکھا۔ وہ اسی کے فلیٹ کی بلڈنگ سے نکل رہی تھی۔ وہ فوراً اپنے بیڈ روم سے باہر نکلا.... دروازے کے پاس ہی اسے تہہ شدہ کاغذ ملا۔

اس نے گہرا سانس لیا.... اسے زینب کے انجام پر دکھ ہوا۔ خط پڑھ کر اس نے ایک طرف رکھا اور سر پر ہاتھ رکھ کر کاؤچ پر بیٹھ گیا۔ ماما کا فون آیا.... اس نے جھوٹ بولا کہ زینب اس کے ساتھ ہے۔

"تم دونوں میں کوئی لڑائی ہوئی ہے؟"

"نہیں۔" وہ گڑبڑا گیا۔

"میں اس کے بیڈ روم میں گئی تو وہاں سب کچھ بکھرا ہوا تھا حتیٰ کہ اس کی چیزیں کھڑکی سے پھینکی گئی تھیں۔ اس نے کل بتایا تھا کہ وہ تمہارے ساتھ ہے رات کو واپس کیوں آئی؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"کیا ہوا ہے عاسل؟ اس کے کمرے کے آثار کسی اچھی بات کی طرف اشارہ نہیں کر رہے۔ اس وقت وہ کہاں ہے۔ اس کا فون بھی یہیں ہے۔"

"اس نے کہا وہ اپنی دوست کے پاس جا رہی ہے۔"

"اس طرح بنا بتائے؟"

"مجھے بتا دیا تھا۔"

"اس کی کون سی دوست بن گئی یہاں۔ اتنے دن وہ میرے ساتھ رہی اِس نے تذکرہ تک نہیں کیا۔ تم دونوں کیا کر رہے ہو عاسل! کل تک تو سب ٹھیک تھا۔ آج اچانک۔"

"آج سب ٹھیک نہیں ہے ماما!"

"کیوں.... رات ہی رات میں کیا ہو گیا؟"

"ماما! میں اسے طلاق دے رہا ہوں۔ یہ ہم دونوں کا مسئلہ ہے اِسے ہم دونوں تک ہی رہنے دیں۔"

انہوں نے فون غصے سے بند کر دیا وہ اپنے مطلب کی بات کرنے کے بعد کم ہی بولتا تھا۔ عاسل نے سوچا تھا کہ وہ اپنی فیملی کو کوئی بھی کہانی سنا دے گا اور بتا دے گا کہ دونوں ساتھ نہیں رہنا چاہتے۔ فارحہ کے ساتھ شادی کر کے وہ یورپ میں ہی رہنا چاہتا تھا سام جی کی وجہ سے ہی پاکستان جانا پڑتا تھا اب وہ وجہ بھی گئی۔

ان کا ایک آفس برطانیہ میں تھا۔ اتنے دنوں سے وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ زینب نے خط میں لکھا تھا کہ وہ اپنی فیملی کو بتا دے کہ وہ اپنے کسی دوست کے ساتھ چلی گئی ہے۔ عاسل نے دونوں کو ساتھ دیکھ لیا اور طلاق دینے کا سوچ لیا.... لیکن عاسل نے یہ وجہ نہیں بتائی۔

عاسل نے ہمیشہ وہ کیا جو اس کا جی چاہا.... اس نے اپنی طرز سے ہی محبت کی تھی.... فارحہ کے گلے میں باہیں ڈال کر.... اس کے ساتھ گھوم پھر کر موج مستی کر کے۔

وہ اس کی تفصیل اور جزئیات سے واقف نہیں تھا .... اس نے بری طرح سے فارحہ کو اس وقت یاد کیا جب وہ اس سے دور چلی گئی۔ اس کا انتظار کرنے والی اس کے لیے انتظار بن گئی۔

اسے فارحہ کے آخری الفاظ ہمیشہ یاد رہ گئے کہ وہ ہر ٹھیک کام غلط طریقے سے کرتا ہے۔

وہ اس سے محبت کرتا تھا لیکن ٹھیک طرح سے نہیں کر رہا تھا۔

آزادی کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ وہ حد سے تجاوز کرتی جاتی ہے اور پھر حد پھلانگ کر آزادی کے زمرے سے بھی نکل جاتی ہے.... عاسل کی آزادی بھی حد پھلانگ گئی تھی اور زینب کے نام یہ آزادی کے زمرے سے باہر نکل گئی.... وہ ظلم بن گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ فارحہ کے پاس آ گیا وہ آج کل بہت خوش رہتی تھی اِس پر بنا کیس جھوٹا ثابت ہو گیا تھا۔ اسے ہرجانے کے پیسے بھی ملے تھے۔ اس کی فیملی نیوزی لینڈ میں رہتی تھی۔

"کیا تم رات بھر جاگتے رہے ہو؟"

"ہاں!" اس نے اقرار کیا۔

"ایسا پہلی بار ہوا ہو گا تمہاری لائف میں۔" وہ ہنسی۔

"ہاں! وجہ نہیں پوچھو گی۔"

"نہیں.... مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"کیسا ڈر...."

"یہی کہ تم کسی اور سے محبت کرنے لگے ہو۔"

فارحہ نے قہقہہ لگایا۔ وہ خاموش بیٹھا رہا۔

"ایسے موقع پر کہا جاتا ہے ایسا سوچنا بھی نہیں اگر کوئی اور ہے بھی تو وہ تم ہی ہو۔" وہ سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

وہ ڈر گیا۔ "ہاں ایسا ہی ہے۔"

تم اتنے سست ہو کہ میرے کہے الفاظ دہرا بھی نہیں سکتے۔" اس نے منہ بنایا۔

آنے والے بہت سے ہفتے اس نے فارحہ کے ساتھ شاپنگ کر کے گزارے۔ ماما پاکستان جا چکی تھیں۔ وہ عاسل اور زینب دونوں سے خفا تھیں۔ زینب سے ان کا رابطہ ہی ختم ہو گیا تھا۔ عاسل نے فارحہ سے ماما کو ملوانا چاہا پھر ان کا مزاج دیکھ کر ارادہ ملتوی کر دیا۔

عاسل وقت پر اسے ڈنر اور لنچ کروانے لگا اسے گھمانے لگا۔ اس کی بتائی جگہ پر آنے لگا ٹھیک وقت پر۔

"تم روبوٹ بن گئے ہو۔" فارحہ نے کہا۔

"آخر تم سب کو چاہیے کیا؟" اس نے چمچہ پلیٹ میں پٹخا۔ آس پاس والے اس کی اونچی آواز پر چونک گئے۔

فارحہ خاموشی سے کھانا کھانے لگی۔ واپسی پر اسے اس کے اپارٹمنٹ چھوڑتے وقت اس نے فارحہ سے سوری کر لیا۔ فارحہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

زینب کا لکھا خط کبھی کچن ٹیبل پر ہوتا کبھی لاؤنج کے صوفے پر، کبھی بیڈ روم کی سائیڈ ٹیبل پر.... پڑھنا چاہتا پھر رک جاتا.... ایسے ہی اس کی نظر اس صوفے کی طرف اٹھ جاتی جہاں وہ بیٹھی تھی۔

"اچھی تھی۔" اس نے خود سے کہا۔

"مجھ سے شادی کر لی .... اور چلی بھی گئی .... ضرورت مند غریب لڑکی۔"

اس نے ریان کو فون پہ بتایا۔

ریان بہت دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ "سچ بتاؤں بس.... میں نے کئی بار خود پر لعنت بھیجی۔ جو کچھ اس دن آفس میں، میں نے تم سے کہا اور تم نے عمل بھی کر لیا۔"

اس نے تاسف سے گہرا سانس لیا "میں کیا کروں اب۔"

"یہ اب میں تمہیں نہیں بتاؤں گا.... اچھا برا کچھ بھی نہیں.... تم خود ہی سوچو.... وہ کہاں چلی گئی؟"

"معلوم نہیں۔"

"جو آفس میں راستے بھول جاتی تھی۔ اتنی بڑی دنیا کے راستے کیسے یاد رکھے گی۔" ریان نے کہا۔ عاسل نے سن کر فون بند کر دیا۔

چار مہینے گزر چکے تھے۔

فارحہ نیوزی لینڈ جا چکی تھی۔ اسے بھی جلدی آنے کا کہہ گئی تھی آئے دن فون کرتی کب آؤ گے۔ وہ وعدہ کر لیتا مگر جا نہیں پاتا۔

وہ زینب سے ملنا چاہتا تھا.... آخری بار اسے احساس ہوا کہ اس کے ساتھ زیادتی ہو گئی ہے.... اس نے خط میں لکھا تھا کہ اسے طلاق دے دے لیکن اس کے گھر نہ بتائے....

"میری اماں کہا کرتی ہیں کہ اچھے لوگوں کے ساتھ اکثر برا ہوتا ہے۔ مجھے طلاق ملی تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ اچھوں کے ساتھ برا ہی ہوتا ہے۔ میں خود کو اچھا نہیں کہہ رہی.... میں اماں کی بات کر رہی ہوں۔ بابا کی موت کا سن کر انہیں پہلا ہارٹ اٹیک ہوا تھا، میری طلاق کا سن کر دوسرا ضرور ہو گا۔ وہ روز رات کو میرے

لیے دو نفل شکرانے کے پڑھ کر سوتی ہیں کہ مجھے ایک ایسا شوہر ملا جس نے مجھے اپنے پروں میں چھپالیا۔ جو لڑکی کونے کھدروں میں چھپ چھپ کر روتی تھی۔ وہ مسکرانے لگی تھی۔ آپ ہمارے لیے وہ پناہ بن گئے جس میں ہم سب آگئے۔۔۔۔ ہمیں لگا کہ ہمیں کسی نے بکھرنے سے پہلے سمیٹ لیا' بے گھر ہونے سے بچالیا ۔۔۔۔ آپ کے دیے پیسوں سے میں نے بابا کا قرض اتار دیا۔ آپ نے اتنے دن مجھے اپنے نکاح میں رکھا۔۔۔۔ اپنے گھر میں مجھے کھلایا' پلایا' کیا نہیں کیا۔۔۔۔ میں نے آپ سے جھوٹ کہا تھا کہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں۔۔۔ آپ نے میرے خاندان کے ساتھ بہت سی نیکیاں کی ہیں ایک یہ بھی کیجیے گا کہ ابھی میرے خاندان کو طلاق کا مت بتائیے گا میں جب تھوڑی مضبوط ہوجاؤں گی تو خود بتادوں گی۔"

"نیکی۔" کیا اس نے واقعی زینب کے خاندان کے ساتھ نیکیاں کی تھیں۔۔۔۔ وہ تو احسانات کررہا تھا ان پر۔

"اس نے قریبی ہوٹلوں' فلیٹوں' کرائے کے گھروں میں معلوم کرنا شروع کردیا' وہ کوئی سامان بھی لے کر نہیں گئی تھی۔ ہفتے مہینے بن رہے تھے اور زینب کا پتا نہیں چل رہا تھا۔

ناچار اس نے زینب کے گھر فون کیا۔ انہیں فرضی کہانی سنائی کہ اس کا فون گم ہوگیا ہے۔ وہ کسی دوسرے شہر میں ہے اور اسے زینب کا نمبر چاہیے۔

دانش نے فوراً" ایک نمبر لکھوادیا۔۔۔۔ یہ لینڈلائن نمبر تھا عاسل نے فون کیا تو معلوم ہوا کہ وہ کسی رہائشی بلڈنگ کے آفس کا نمبر ہے۔ ایڈریس لے کر وہ وہاں آگیا۔ ایڈریس بریڈفورڈ شہر کا تھا۔

بلڈنگ کی حالت زیادہ اچھی نہیں تھی۔ یہاں دوسرے ممالک سے آئے پیشہ ور رہتے تھے۔ ایک ایک کمرے میں دس دس۔ عاسل نے زینب کا نام بتایا تو اس کے فلیٹ کا نمبر بتادیا گیا۔ کافی دیر بعد جب وہ بیل دینے کے بعد آفس میں آیا اور زینب کا پوچھا تو کاؤنٹر بوائے نے بتادیا کہ وہ رات کو واپس آئے گی۔ وہ ذرا فاصلے پر واقع اسٹور میں کام کرتی ہے۔ اسٹور کا پوچھ کر عاسل وہاں آگیا۔ اسٹور زیادہ بڑا نہیں تھا۔ عاسل نے جلد ہی اسے ڈھونڈ لیا۔

وہ ایک ریک میں چیزیں رکھ رہی تھی۔ دو اور لڑکیاں اس کے ساتھ تھیں۔ نیلی جینز اور سفید شرٹ میں۔ سر پر سفید ہی کیپ تھی' گلے میں ورکر کارڈ جھول رہا تھا۔ اس کے انداز اور چہرے پر اتنی سختی تھی جیسے وہ انسان نہ ہو۔ وہ اسے دیکھ کر پلٹ آیا۔ اسٹور کی پارکنگ میں اس کا انتظار کرنے لگا۔

رات ہوئی تو وہ باہر نکلی۔ وہ گاڑی سے باہر نکل کر اس کے پیچھے آیا۔ زینب کی اس پر نظر پڑی تو وہ تیز تیز چلنے لگی۔

"زینب! مجھے تم سے بات کرنی ہے۔" وہ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا اس نے جیسے سنا ہی نہیں۔

عاسل نے اس کا بازو پکڑ کر روکنا چاہا۔

"میں سُن رہی ہوں۔ مجھے ہاتھ مت لگاؤ۔" اس نے جھٹکے سے بازو الگ کیا۔

وہ تذبذب کا شکار تھا ایسے کیسے راہ چلتے کہہ دے۔ وہ بس اسٹاپ پہنچ گئی۔ اس نے روبوٹ صورت لیے زینب کو دیکھا کہ یہ وہی ہے جو چند ماہ پہلے اس کے سامنے بیٹھی رورہی تھی۔

"زینب! میں نے بہت بُرا کیا۔۔۔۔ میں نے تمہاری آسان زندگی کو مشکل بنادیا۔۔۔۔ تم واپس اپنے گھر چلی جاؤ۔۔۔۔ انہیں سب بتادو۔۔۔۔ اس طرح تم ان سب کے ساتھ تو رہو گی۔۔۔۔" وہ کہہ نہیں سکا کہ یہاں جاب نہ کرے اور اس کے دیے پیسے استعمال کرلے۔

"اور۔۔۔۔ مجھے معاف کردو۔۔۔۔ پلیز۔"

زینب نے پل کے پل اس کی طرف دیکھا۔

"میں شرمندہ ہوں زینب!"

زینب کی بس آچکی تھی وہ بڑھ کر اس میں بیٹھنے لگی "آپ یہاں مجھ سے صرف معافی مانگنے آئے ہیں؟" وہ پلٹی۔

اس نے سر کو ہاں میں حرکت دی۔

چند ساعتیں وہ عاسل کو دیکھتی رہی پھر بس میں

چڑھ گئی۔۔۔۔ اس کی طرف رخ موڑ کر وہ کہہ گئی تھی۔

"میں نے آپ کو معاف کیا۔ دوبارہ کوئی اور سوال لے کر مت آنا۔"

"کوئی اور سوال۔۔۔۔؟"

بس کی سیٹ پر بیٹھ کر زینب نے اپنے گھومتے سر کو تھاما' وہ بے وقوف یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ اس کے پاس اپنی محبت کا سوال لے کر آیا ہے۔ وہ تو اپنے ضمیر کا سوال لے کر آیا تھا۔ اس کا ضمیر زینب کے لیے جاگ اٹھا تھا صرف دل ہی مردہ تھا۔

رات گئے عاسل نے "کوئی اور سوال لے کر نہ آنا" پر سوچا۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس سے اس کا کیا مطلب تھا۔۔۔۔ اس نے اس کے خط کو جو یہاں وہاں ہر جگہ اسے نظر آجاتا تھا' جلادیا۔ چائے بناتے ہوئے اسے بھی آگ پر رکھ دیا۔ معافی اس نے مانگ لی تھی۔ بس سب ہوگیا۔

آفس میں کام بہت تھا۔ اس لیے وہ چاہ کر بھی فارحہ کے پاس نہیں جاسکا۔ اس نے اب کہنا ہی بند کردیا تھا روزان کی فون پر بات ہوجاتی تھی۔ ساتھ ساتھ وہ اپنا سامان پیک کررہا تھا کہ جیسے ہی فارغ ہوگا' اگلی فلائٹ سے فارحہ کے پاس چلا جائے گا۔

فارحہ کو جیولری کے نام پر اس کی دی انگوٹھی بہت پسند تھی پھر بھی اس کے لیے بریسلٹ لے لیا۔ وہ جو غلطیاں کرچکا تھا انہیں بھلا کر اپنی زندگی شروع کرنا چاہتا تھا۔ جتنی رنگین' پُر آسائش اس کی زندگی شروع ہوئی تھی' اتنی ہی بے رنگ اور بے آرام ہوتی جارہی تھی۔ بے تحاشا دولت اور حسن کے باوجود وہ اپنی گرل فرینڈ کو خوش نہیں رکھ سکا۔۔۔۔ وہ ڈھنگ سے محبت نہیں کرسکا' رشتے بنالیتا تھا۔۔۔۔ نباہنا بھول جاتا تھا۔

ڈیڈ نے کئی بار اسے فون کرکے پوچھا کہ دونوں کے درمیان کیا چل رہا ہے لیکن وہ بات کو گول مول کردیتا پہلے اسے جاکر فارحہ کی فیملی سے ملنا تھا پھر وہاں ماما اور پاپا کو لے کر جانا ہے اور پاکستان جاکر زینب کو طلاق دینی تھی۔

موقع ملتے ہی وہ نیوزی لینڈ چلا گیا۔ فارحہ کا خاندان اسی کے انتظار میں تھا۔ اس کا پُرجوش استقبال کیا گیا۔ فارحہ اسے لیے جگہ جگہ گھومتی۔۔۔۔ اس کے ساتھ فیملی لنچ' ڈنر کیے جارہے تھے۔

فارحہ اس کے ساتھ بہت خوش رہتی۔ کسی بات پر بُرا بھی مان جاتی تو ظاہر نہ کرتی۔۔۔۔ اس کا بات بات پر غصہ کرنا ختم ہوچکا تھا۔ غصہ کرتی تو خاموش ہوجاتی' اس کا خاص خیال رکھتی۔

لندن تک تو سب ٹھیک تھا۔ نیوزی لینڈ آکر اسے سونے کے لیے نیند کی گولی کھانی پڑتی۔ فارحہ ناراض ہوتی کہ وہ نیند کی گولی کیوں استعمال کرتا ہے وہ اسے کیا بتاتا اسے خود نہیں معلوم تھا۔

اس دن وہ فارحہ کے ساتھ واک کررہا تھا کہ ایک جھکی کمر والی بوڑھی عورت دو شاپنگ بیگز لیے دور سے نظر آئی۔۔۔۔ فارحہ بھاگ کر گئی اور اس سے بات کرکے واپس آگئی۔

"مارتھا آنٹی ہیں۔۔۔۔ غلط سڑک پر آگئی تھیں۔ کارنر پر ان کا گھر ہے اور اس روڈ پر آگئیں۔ بھول جاتی ہیں۔"

فارحہ بتاتی رہی۔۔۔۔ اس نے سنا ہی نہیں۔

فارحہ کے بیڈروم میں ایک تصویر تھی مارشل کی ۔۔۔۔ اس نے کہا کہ بے شک وہ ناراض ہو لیکن شادی کے بعد وہ اس تصویر کو اپنے ساتھ ضرور لائے گی۔

"یہ مت پوچھنا کیوں۔۔۔۔ مجھے خود نہیں معلوم کیوں' اس کے خاندان نے بالکل ٹھیک مقدمہ کیا تھا مجھ پر۔۔۔۔ میں نے ہی اسے مار ڈالا۔۔۔۔ یک طرفہ محبت کا بوجھ وہ اکیلا اٹھا ہی نہیں سکا۔ اس کا نروس بریک ڈاؤن ہوگیا اور وہ مرگیا۔۔۔۔ جتنی دیر تک وہ اسپتال میں رہا۔ میں دعا کرتی رہی کہ مجھے ایک اور موقع مل جائے۔"

وہ روانی میں کہہ گئی اور پھر چپ کرکے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"ایک موقع؟" عاسل نے الفاظ پر غور کیا۔ "اگر تمہیں وہ موقع مل جاتا فارحہ۔۔۔۔ تو تم کیا کرتیں؟"

"میں اس کے ساتھ ہوتی۔۔۔۔ اس سے محبت بے شک نہ کرتی لیکن اس کی محبت کا قرض ضرور اتارتی

۔۔۔ اور پھر محبت بھی ہو ہی جاتی ۔۔۔ جس دل میں ہمارے لیے اتنی بے تحاشا محبت ہو۔۔۔ کیا اس دل سے محبت نہیں ہوتی۔۔۔ کیا اس دل پر پیار نہیں آتا؟
آجاتا ہے، آگیا تھا۔ مارشل کے جانے کے بعد اس دل پر پیار آگیا تھا۔"
ایک مرچکا تھا ایک مر رہا تھا۔
دو میں سے ایک نے مار دیا تھا ایک مرنے کے لیے چھوڑ آیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"اس نے میرے آگے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے ایسے اور اس نے کہا کہ "میں رہ لیتی۔۔۔ اگر رہ سکتی لیکن میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی۔"
میرا دل چاہا کہ میں اس کے ہاتھ تھام لوں۔۔۔ لیکن میرے دماغ میں تم تھیں۔۔۔ تمہیں نظرانداز کیسے کرتا ۔۔۔ مجھے اس کے رونے پر پہلے حیرت ہوئی، وہ مجھ سے کب اتنی محبت کرنے لگی تھی۔۔۔ اس نے کہا "آپ سے نہ کرتی تو کس سے کرتی؟"
"میں تم سے صرف ایک بار ملنا چاہتا ہوں!" عاسل نے زینب کو میسج کیا۔ پھر اس نے سوچا کہ وہ اس طرح راضی نہیں ہوگی ملنے پر "صرف ایک آخری بار" اگلا میسج کیا۔
کئی راتیں اسے میسج کرتا رہا۔۔۔ فون کرتا رہا۔۔۔ گھنٹوں بعد اس کا فون آن بھی ہو جاتا تو اٹھایا نہ جاتا۔ وہ زینب کے میسجز کو بنا پڑھے ہی مٹا دیا کرتا تھا ۔اسے یقین تھا کہ زینب بھی ایسا ہی کررہی ہوگی۔
ایک رات اس نے اسے ایک ہوٹل سے باہر نکلتے دیکھا تو لپک کر اس کے پاس گیا "میری بات سنو زینب!"

زینب کے اعصاب اسے دیکھتے ہی تن گئے۔ سختی آنکھوں میں در آئی۔وہ تیز تیز چلنے لگی۔ عاسل کو بہت برا لگا۔ تیز تیز چلتی وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔۔۔ غصے میں عاسل واپس آگیا۔ اس نے سوچا کہ اس کی طرف سے مرے یا جیے زینب۔

چند ہفتے اسے مرنے یا جینے کے لیے چھوڑنے کے بعد وہ پھر اسی ہوٹل کے باہر تھا جہاں وہ جاب کرتی تھی۔

"زینب!" اس نے اسے آواز دی۔ "میری بات سن لو۔"
"آپ نے مجھے ابھی تک طلاق نہیں دی؟" الٹا زینب نے اسے اپنی بات سنادی۔
ہکابکا وہ اس کی طرف دیکھ کر رہ گیا "تمہیں طلاق چاہیے مجھ سے؟"
"اور آپ مجھے کیا دے سکتے ہیں؟" سوال جائز تھا۔ لاجواب ہو کر وہ پلٹ آیا۔
"ٹھیک ہی کہا زینب نے اور میں اسے کیا دے سکتا ہوں۔"
"مجھے لگاؤ سا ہو گیا بار بار اس کی اس التجا پر کہ اسے عاسل چاہیے۔ میں نے عہد کر رکھا تھا کہ میں ہر صورت تمہیں اپناؤں گا۔ تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گا اور میں یہ نہیں جان پا رہا کہ یہ سب میں احساس میں کرنا چاہتا ہوں یا محبت میں ہمیں نے اس کا احساس کیا نہ ہی محبت، پھر بھی سب کچھ جان لینے پر اس کا ایک ہی مطالبہ تھا میں ہوتا تو کبھی ایسا مطالبہ نہ کرتا۔ مجھے بہت دیر میں یہ باتیں سمجھ میں آرہی ہیں۔ تم ٹھیک کہا کرتی تھیں میں صرف "آئی لو یو" ہی کہتا ہوں۔۔۔ میں لو کرتا نہیں ہوں ۔۔۔ کیسا انسان ہوں میں ۔۔۔ ہر بار نقصان ہونے پر ہی سوچتا ہوں۔"
فارحہ نے گہری ٹھنڈی آہ کی صورت ہی رد عمل ظاہر کیا بس ۔۔۔ اس کی آنکھیں چھلکنے کے قریب تھیں۔
آج وہ اس کے اپارٹمنٹ کے باہر کھڑا تھا۔
"میں نے فارحہ سے شادی نہیں کی۔" اس پر نظر پڑتے ہی اس نے جیسے اسے خوشخبری سنائی۔ اس نے اپنی نظریں بدلیں اور چلی گئی۔ ہر چیز انگلی کے اشارے پر مل جانے والے عاسل کو اس کا یہ انداز برا لگا۔ اس نے غصے سے کار کا دروازہ بند کیا اور فارحہ کے پاس جانے کا سوچا۔۔۔ اس کا خیال تھا کہ وہ مسکرا کر ایک

دوبار زینب کی طرف بڑھے گا تو وہ بھاگ کر اس کے ساتھ چلنے لگے گی۔

لیکن چند ہی دنوں میں اس کا غصہ جاتا رہا۔ وہ جس نے صرف ایک آخری ملاقات اور صرف ایک ہی بات زینب سے کرنی تھی' وہ پھر اس کے گھر کے باہر تھا۔

"عاسل! آپ اپنا وقت برباد کر رہے ہیں۔" اسے دیکھتے ہی زینب بولی۔

"تم نے کہا تھا۔ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔"

"جھوٹ کہا تھا۔"

"تو ساتھ یہ بھی بتاتا تھا کہ جھوٹ ہے۔"

"اب بتا رہی ہوں۔"

"اب تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

"ابھی تو سچ بولنا سیکھا ہے۔" نظریں بدلیں اور بات ختم۔

غصے کے شدید احساس کو لیے عاسل وہاں سے آگیا۔

وہ بار بار اس کے پاس کیوں جا رہا ہے۔ کیوں..... کیوں.....

"میں نے دو لوگوں کو محبت کرتے دیکھا تھا فارحہ ..... اور کسی ایک کو بھی خوش نہیں رکھ سکا۔ نہ ہی خود خوش ہوا..... میں تم سے ہی محبت کرتا تھا فارحہ! میرا یقین جانو..... اور ایسا بھی نہیں ہے کہ اب میں زینب کے لیے پاگل ہو گیا ہوں..... لیکن میرے لیے اس کے پاس جو محبت ہے اس نے مجھے دیوانہ ضرور بنا دیتا ہے۔"

فارحہ نے آخری لفظ سن لیا تھا محبت۔

"میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں..... لیکن میں زینب کا کیا کروں..... وہ جو بن گئی ہے۔ میری ہی وجہ سے بنی ہے..... میں نے اس سے کہا کہ مجھے معاف کر دے اور اس نے کر دیا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ کوئی اور سوال لے کر نہ آنا۔"

"اس نے تم سے ایسا اس لیے کہا کہ وہ چاہتی تھی کہ تم اس کے پاس پہلا سوال محبت کا لے کر جاتے ..... اور تم معافی مانگ آئے۔"

عاسل نے چونک کر فارحہ کی طرف دیکھا تھا۔ یہ بات اس نے نہیں سوچی تھی۔

وہ فارن یونیورسٹی کے امتحانات میں فیل ہو جاتا یا اپنے بزنس کا دیوالیہ کر دیتا تو اچھا تھا' لیکن ایک انسان اس سے کیا چاہتا ہے' یہ جاننا سیکھ لیتا..... وہ احساسات کو پڑھنا سیکھ جاتا۔

زیادہ خوب صورت نہ ہوتا لیکن زیادہ محبت کرنے والا ہوتا۔

زیادہ پیسے والا نہ ہوتا لیکن زیادہ خیال رکھنے والا ضرور ہوتا۔

اور نہیں تو خود کو بھی جان جاتا کہ اسے کیا چاہیے۔

اسے ٹھیک سے معلوم ہی نہیں تھا کہ زینب کے پاس بار بار کون سی بات کرنے کے لیے جا رہا ہے.....

فارحہ کے بیڈ روم میں مارشل کی تصویر لگی رہی ..... اس نے کہا کہ مارشل کا اتنا تو حق بنتا ہے تا کہ وہ تصویر کی صورت ہی کہیں دکھائی تو دے..... اور زینب کا کتنا حق بنتا ہے..... وہ بھی اس کی کوئی تصویر نکال لے ..... کسی دیوار سے ٹانگ دے..... ہو گیا حق ادا.....؟

اکاؤنٹ کی رقم بڑھا دے ..... تین چار گھر اور لے دے..... کیا کرے.....؟

وہ اس کی محبت کی قیمت ادا نہیں کر سکتا تھا۔ کئی دن اور شامیں وہ اس کی تیز چال کے ساتھ چلتے اس سے بات کرنے کا خواہاں رہا..... اسے دیکھتا تو رک جانے کی منت کرتا اور اصل بات چاہ کر بھی نہ کر سکتا۔

"میں تم سے محبت کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے ایک دم اس کے قریب جا کر کہا اچانک ..... اچھا تو اتنے مہینوں سے وہ یہ کہنے کے لیے اس کے پیچھے آ جا رہا تھا ..... اس پر بھی اسی وقت انکشاف ہوا۔

زینب اس پر بھی نہیں رکی۔ وہ حیرت سے اسے جاتا دیکھتا رہا..... اسے لگا زینب نے اسے دھتکار دیا.....

واپسی پر فارحہ نے اس سے کوئی بات نہیں کی..... وہ خطرناک حد تک خاموش ہو گئی۔ نہ کوئی سوال نہ منت ..... ہر چیز کے لیے بہت دیر ہو چکی تھی..... وہ فارحہ سے کہہ کر آیا تھا کہ وہ آئے گا مگر وہ تو ایک بار پھر

صرف زینب سے ملنے جا رہا ہے۔ اس کی آنکھوں میں واضح بے یقینی تھی۔ اس نے پھر بھی عاسل سے کوئی وعدہ نہیں لیا۔

اسے زینب کا ہر رویہ حیران کر رہا تھا۔

جب ہاتھ جوڑے وہ سوال کر رہی تھی۔ وہ جواب دینے کے لیے تیار نہیں تھا..... اب لپک لپک کر وہ سوال کر رہا تھا تو وہ بھاگ رہی تھی..... بات اتنی معمولی بھی نہیں تھی..... یہ واقعہ نہیں' زینب کے لیے سانحہ تھا..... نکاح کے نام پر خریدے جانے والا تھپڑ بہت زور سے اسے لگا تھا۔ یک طرفہ سودے کی بازگشت اسے بھولتی ہی نہیں تھی۔ اگر وہ اس کی ہوئی تھی تو صرف ایک اس جملے سے کہ وہ اسے اچھی لگی۔

اس بار وہ بن ٹھن کر اس کے پاس گیا۔ گاڑی میں پھول بھی رکھے تھے۔ وہ اسے کہنے جا رہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ گھر نہ چلے لیکن ڈنر تو کر سکتی ہے نا..... کبھی کبھی مل تو سکتی ہے نا..... یہ ٹھیک ہے..... اس طرح وہ اس سے دوستی کر لے گا..... وہ بلڈنگ سے باہر نکل رہی تھی اس نے دور سے ہی دیکھ لیا تھا کہ اس کے ساتھ کوئی ہے' وہ دوڑ کر اس کے پاس گیا۔

"یہ کون ہے؟" اس نے غصہ دبا کر کہا۔

"جب آپ فارحہ کے ساتھ تھے تو میں نے پوچھا تھا کہ وہ کون ہے۔"

"زینب!" اس نے انگلی اٹھائی ..... "اگر تم مجھے جیلس کر رہی ہو تو بھی یہ ٹھیک نہیں۔ اٹس ٹو مچ ناؤ۔" وہ دھاڑا۔

دونوں کے درمیان کھڑا وہ گورا لڑکا حیرت سے عاسل کی طرف دیکھنے لگا۔

"چلائیں مت کیونکہ آپ کے پاس یہ حق نہیں ہے۔"

"تم میری بیوی ہو..... ابھی بھی۔" وہ چلایا۔

"چلو میرے ساتھ۔" اس نے ان سنی کر کے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس لڑکے کی طرف منہ کر کے کہہ دیا کہ وہ اپنی بیوی کو لے کر جا رہا ہے۔ زینب نے ہاتھ آزاد کروانے کی لاکھ کوشش کی۔ منہ بگاڑا۔ چلائی لیکن اسے گاڑی میں بٹھا کر وہ اپنے ساتھ لے آیا۔

اسی گھر میں جہاں سے وہ نکلی تھی۔ لاؤنج کے صوفے پر گر کر وہ رونے لگی..... آس پاس نظر آنے والی ہر چیز اس نے پھینک دی ..... عاسل نے اسے کرنے دیا جو وہ کر رہی تھی۔ اس کا رونا اسے سمجھا رہا تھا کہ اس نے کتنی اذیت جھیلی ہے۔ اس کا غصہ گواہ تھا کہ عاسل نے زبردستی اسے اپنی زندگی میں سے نکالا اور اپنی ہی مرضی سے کھینچ کر لے آیا.....

کئی بار عاسل نے بڑھ کر اس کے آنسو صاف کرنے چاہے مگر اس نے ہاتھ جھٹک دیا۔ ہر بار اس کی طرف غصے سے دیکھا۔ اس نے اسے پانی پلانا چاہا..... کھانا کھلانا چاہا لیکن وہ گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی رہی۔

وہ ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"زینب..... مجھ سے کچھ کہو گی نہیں..... اپنی لکھی ہوئی شاعری؟"

زینب نے سر اٹھا کر اسے دیکھا غصے سے..... وہ ہنس پڑا تو زینب نے اٹھ کر لاؤنج کی باقی ماندہ چیزیں بھی پھینکنی شروع کر دیں۔ آنسو تیزی سے باہر آنے لگے۔

"بس..... بہت ہو گیا۔"

عاسل اپنی جگہ سے اٹھا اور ہاتھ بڑھا کر آنسو صاف کرنے کے بجائے اپنے دونوں بازوؤں کی گرفت میں اسے لے لیا۔ مضبوطی سے نہ چھوڑنے کے لیے۔

"محبت کی دو صورتیں ہیں زینب!" عاسل نے اپنی گرفت مضبوط کی "ایک محبت کرنا..... ایک محبت کو قبول کرنا..... تم مجھ سے محبت کرتی ہو..... یہ تمہاری صورت ہے ..... میں تمہاری محبت کو قبول کرتا ہوں..... یہ میری صورت ہے۔ جلد ہی میں تمہاری صورت بھی اپنا لوں گا۔ میرے ساتھ رہو' پاس رہو۔ برا ہوں اچھا ہو جاؤں گا۔ نادان ہوں' سمجھ دار ہو جاؤں گا..... جلد ہی۔"

اور زینب کو یاد آگیا تھا۔ مام جی نے کہا تھا۔ "معاف کرنا سیکھ جاؤ۔ جو بیوی معاف کرنا سیکھ جاتی ہے..... بہت سکھی زندگی گزارتی ہے۔"

☼